اسلام میں عورت کا کردار

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

اسلام میں عورت کا کردار

اسلام میں عورت کا کردار

تقریظ

حضرت اقدس مفتی نصیر احمد صاحب دامت برکاتہم
سابق صدر مفتی مفتاح العلوم جلال آباد و بانی و مہتمم ادارہ فیض مسیح الامت
بڑوت (یوپی)

حمداوسلاما:

امابعد احقر نصیر احمد غفرلہ مظہر مدعا ہے کہ مولانا شعیب اللہ خان، جوان صالح، مہتمم مدرسہ مسیح العلوم بنگلور کا رسالہ ''اسلام میں عورت کا کردار'' بعض حصہ سنا اور اس کے مضامین کا اجمالی مطالعہ کیا بہت جامع اور بڑا نافع معلوم ہوا طبقہ نسوان کیلئے براہ راست اور طبقہ رجال کیلئے من حیث التبلیغ والتعلیم والتربیہ، سہل زبان اور فصاحت بیان ہے۔

اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے سب کو مطالعہ وعمل کی توفیق عطاء فرمائیں آمین

(مفتی) نصیر احمد غفرلہ

وارد حال

مدرسہ مسیح العلوم بیدواڑی بنگلور

۲۱؍جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم
ومہتمم مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور، یوپی

حامدا ومصلیا:

امابعد: جو لوگ اسلامی احکام سے نا آشنا ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی سے محروم ہیں اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی آزادی سلب کرلی ہے، اسے گھر کی چار دیواری میں محصور کردیا ہے، ایسے لوگوں کے لیے صاحب فضل وکمال حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان مدظلہ العالی نے جن کا مزاج ہے۔

آئین جواں مردی حق گوئی وبیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

''اسلام میں عورت کا کردار'' تصنیف فرمائی ہے، جس میں قرآن وحدیث کے آئینہ میں عورت کا مقام دکھلایا ہے۔ وہ مذہب اسلام ہی ہے جس نے عورت کو عزت کا مقام عطا فرمایا۔ اسلام آنے سے قبل عورت کا یہ حال تھا۔

اگر جن بیٹھتی دختر کوئی تقدیر کی ہیٹی
چھچھوندر سے بری معلوم ہوتی تھی اسے بیٹی
گڑھا ایک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتے تھے
کوئی بچھو تھا دامن میں کہ دامن جھاڑ دیتے تھے

قرآن پاک نے ''وَلاَ تَقْتُلُوْا اَوْلاَدَکُمْ'' (الخ) کہہ کر عورت کو حیات بخشی۔ حضرت مولانا موصوف نے کتاب ہذا میں عام فہم انداز میں عورت کے حقوق، تعلیم و تربیت، آداب زندگی قلم بند فرمائے ہیں۔ یہ کتاب ایک نسخہ ہے جس کے استعمال سے بگڑا ہوا معاشرہ درست ہوسکتا ہے۔ خدا کرے یہ کتاب ہر گھر میں پہنچ جائے اور امت کو استفادہ کی توفیق ہو۔

دعا ہے رب ذوالجلال قبول فرما کر مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائیں۔

(خادم جامعہ کاشف العلوم)

چھٹمل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اس مشفق ومہربان ہستی کے نام جن کی مشفقانہ تعلیم وتربیت، مصلحانہ رہبری وہدایت، دوررس فکر سازی اور حقیقت پسندانہ ہمت افزائی نے ایک ایسے نامبارک ماحول ومعاشرے سے جو مادیت کا پجاری، تہذیب جدید کا شیدائی اور اسلام کا باغی ہے، جس کی رگ رگ میں حقائق سے چشم پوشی، مزاج میں مظاہر پرستی اور ایمان میں کمزوری ہے اور غفلت شعاری، دین کے معاملہ میں سہل انگاری اور آخرت سے اعراض وبے التفاتی جس کی شرست بن گئی ہے، فیشن پرستی، عریانی وبے حیائی جس کے نزدیک ترقی کی علامت ودلیل ہے، مجھ حقیر وفقیر کو نکالا اور اس قابل بنایا کہ تہذیب جدید کے متوالوں کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال سکوں اور فیشن پرستی اور بے حیائی وعریانی کے علمبرداروں کو اسلام کے سامنے سرنگوں ہونے کی برملا دعوت دوں۔

میری مراد اس سے میری والدہ ماجدہ ہیں جنھوں نے ۱۸/ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۳/جولائی ۱۹۹۸ء بروز پیر ایک طویل علالت کے بعد اللہ کا ذکر کرتے کرتے اس دار الفناء سے منہ موڑ کر دار البقاء کی طرف کوچ فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ انکی قبر کو نور سے منور کرے اور جنت الفردوس میں انکو ٹھکانا عطافرمائے۔ آمین

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

۷/جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

التقدیم

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق ومحبت کیلئے علم وہنر موت (اقبال)

مغربی تہذیب وتمدن نے جہاں اور بہت ساری برائیوں کو اپنی شیطانی ملمع کاری سے دلفریب ودلچسپ بنا کر پیش کیا ہے، وہیں اس نے عورت کی بے حیائی وعریانی وفحش کاری کو آزادی نسواں اور مساوات کے خوش کن نعروں اور خوشنما دعوؤں سے دلچسپ بنا دیا، جس کے نتیجہ میں بے حیائی وعریانی اور فحش کاری کا بازار ایسا گرم ہوا کہ موجودہ معاشرہ، شہوت کی ایک بھڑکتی بھٹی کا نمونہ دکھائی دیتا ہے اور زن، اس تعلیم وتہذیب کی تاثیر سے زن کی ان صفات وخصوصیات سے خالی وعاری ہو چکی ہے جو اس کی معصوم نسوانیت کا طبعی وفطری اقتضاء تھا، یہی وہ جدید تعلیم وتہذیب ہے جس کو بقول اقبال ''ارباب نظر موت کہتے ہیں''

موت کے اس خون خوار وخوف ناک پنجے سے کوئی چیز عورت کو بچا سکتی اور اس کو دوبارہ نئی زندگی دے سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام کی وہ تعلیم ہے جس نے جاہلی دور کے وحشی انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھایا، بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت پر گامزن کیا، بے حیائی کے حیاء سوز جہنم کو عفت وعصمت کی پاکیزہ تعلیم سے بجھایا، بداخلاقی وبدتہذیبی کے بدترین سیلاب پر اپنے انمول اخلاقی اسباق سے روک لگائی۔

اسی کے پیش نظر زیر نظر رسالہ میں عورت کا اصل مقام ومرتبہ، اسکی عزت

وعظمت اور اس کی اصل صفات وخصوصیات کو پیش کیا گیا ہے تا کہ وہ تہذیب جدید کی لعنت کا طوق اپنے گلے سے اتار کر اسلام کی تعلیم وتلقین اور نصیحت وہدایت کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ کرے۔

امید ہے کہ خاتون اسلام، اسلام کی ان تعلیمات کی قدر پہچانتے ہوئے، اپنے آپ کو ان سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے گی۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

۷ / جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

یکم / ستمبر ۱۹۹۸ء

احاطہ جامعہ مسیح العلوم، منگلور

فصل اول

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام میں عورت کو بلند ترین مقام عطا فرمایا گیا ہے اور دیگر معاشروں کی بنسبت اسلامی معاشرہ میں اس کو زیادہ تحفظ دیا گیا ہے۔ عام طور پر عورتوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام نہیں، اس کی عزت وعظمت نہیں اور اس کی جان ومال کو تحفظ نہیں، حالانکہ واقعہ اس کے برخلاف ہے۔ ہم اس فصل میں اختصار کے ساتھ اسلام میں عورت کا مقام بتائیں گے۔

عورت بہترین دولت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ''

(یہ پوری دنیا ایک سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان ''صالح عورت'' ہے)(۱)

اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے عورت کو دنیا کی بہترین دولت قرار دیا ہے، جس سے اسلام کی نظر میں اور نبی کریم ﷺ کے پاس عورت کا بلند ترین مقام واضح ہوتا ہے

نبی اکرم ﷺ کی پسند:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِیْ الصَّلٰوۃِ''

(دنیا کی چیزوں میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو محبوب ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)۔(۲)

یہ ارشاد مبارک اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں عورتوں کی عزت وعظمت اور

(۱) مشکوۃ: ۲۶۷، ونسائی: ۲/۷۱ (۲) نسائی: ۲/۹۳، مسند احمد: ۳/۱۲۸

آپ کے قلب میں ان کی محبت وشفقت پر صاف طور پر دلالت کرتا ہے۔

یہاں ایک بات سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حدیث دراصل رسول اللہ ﷺ کے دو اوصاف وکمالات کی طرف اشارہ ہے: ایک یہ کہ آپ انتہائی درجہ کی عبدیت کے حامل ہیں، اس کا ظہور نماز کے ذریعہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ آپ غایت درجہ شفقت کے حامل ہیں، اسی شفقت کی ایک فرع یہ ہے کہ آپ کے دل میں عورت کی محبت ڈالی گئی؛ کیونکہ عورت ضعیف ونازک مخلوق ہے جس سے شفقت لازم تھی۔ یہی دو چیزیں دین کی اصل ہیں: ایک ''**التعظیم لامر اللہ**''، دوسرے ''**الشفقة علی خلق اللہ**''۔

بہر حال اس حدیث نے اللہ کے نبی ﷺ کی پسندیدہ چیزوں میں عورت کو شمار کر کے اس کے درجہ کو بلندی کی انتہائی منزل تک پہنچا دیا۔

۞ عورتیں مردوں کے ہمدوش:

ایک حدیث میں محسن انسانیت حضرت محمد عربی ﷺ نے فرمایا ہے:

'' **اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ** ''

(کہ عورتیں مردوں کے برابر یعنی مشابہ ہیں)۔(۱)

یہاں ''**شقائق**'' کا لفظ آیا ہے جو ''**شقیقة**'' کی جمع ہے، اس کے معنی آتے ہیں اس چیز کا ایک حصہ جس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہو۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ''شقیقہ'' کے معنی ہیں ہمدوش وہمسر وبرابر۔ اللہ کے نبی ﷺ نے عورتوں کو درجہ کے لحاظ سے مردوں کے ہمدوش وبرابر قرار دیا ہے۔ آج یورپ نے جو مساوات مرد وزن کا نعرہ لگایا ہے اور ہمارے جدید تعلیم یافتہ حضرات اس پر مٹے جا رہے ہیں، یہ دراصل اسی تعلیم کی بازگشت ہے۔ مگر یورپ نے نعرہ تو اسلام سے لے لیا مگر اس کا مطلب اپنی طرف سے بیان کر کے اس میں تحریف کر دی اور

(۱) ترمذی: ۱/۱۳۱ ابوداؤد: ۱/۳۱ (۲) (دیکھو المنجد مادہ ش، ق)

حقیقت یہ ہے کہ یورپ نعرہ تو مساوات کا لگاتا ہے، مگر حقیقت میں وہ عورت کو مردوں کے ہمدوش تسلیم نہیں کرتا بلکہ عورت کو مرد کا کھلونا بناتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام عورت کو مردوں کے ہم پلہ قرار دیکر اس کے حقوق کو تحفظ بخشتا ہے۔

عورتوں کے حق میں خیر کی وصیت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"اِسۡتَوۡصُوۡا بِالنِّسَاءِ خَیۡرًا"

(عورتوں کے بارے میں مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرو)۔ (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ عورتوں کے بارے میں خیر و بھلائی کی وصیت فرمار ہے ہیں اور امت کو حکم فرمار ہے ہیں کہ میری یہ وصیت قبول کرو اور عورتوں سے بھلائی کرو۔ کیا اب بھی کوئی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کا کوئی مقام نہیں، ان کا کوئی حق نہیں؟

عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق کی تلقین:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے عمدہ ہوں اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہوں۔ (۲)

دیکھئے اس ارشاد مبارک میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ان مردوں کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ اس طرح اس میں مردوں کو تعلیم و تلقین ہوگئی کہ عورتوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آنا چاہئے۔ کیا اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی رعایت و حفاظت کا علم نہیں ہوتا۔

غرض اسلام نے عورتوں کے درجہ کو بلندی و عظمت کی انتہائی منزل تک پہنچایا

(۱) بخاری: ۳۱۵۳، مسلم: ۱۴۶۸، مشکوۃ: ۲۸۰ و ابن ماجہ: ۱۳ (۲) ریاض الصالحین: ۲۳۰

ہے اور اس کے حقوق کو پورا پورا تحفظ عطا فرمایا ہے۔ یہ چند امور نمونہ کے طور پر عرض کئے گئے ہیں، ورنہ اس موضوع پر مواد جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔

فصل ثانی

عورت کتنی اچھی کتنی بری

عورت اگر اچھی ہو جائے تو اس سے دنیا میں اچھائیاں اور خوبیاں پھیلتی ہیں اور اگر وہ خراب ہو جائے تو فساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ اگر عورت اچھی ہو تو کوئی چیز اس سے اچھی نہیں، اور اگر وہ بری ہو تو اس سے بری بھی کوئی چیز نہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے حضرت مریم اور حضرت آسیہ کو مؤمنین کے سامنے مثال میں پیش فرمایا ہے اور انکی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت مریم حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی۔ فرعون کی خباثت وشرارت تو سب کو معلوم ہے، مگر دیکھئے اسکی بیوی جب نیکی پر آئی تو اس درجہ تک پہونچ گئی کہ اللہ تعالی نے قرآن جیسی مقدس اور ہمیشہ رہنے والی کتاب میں بطور خاص اسکا ذکر فرمایا اور اس کی تعریف کی۔

ان کے برخلاف دو اور عورتوں کا ذکر بھی قرآن نے کیا ہے: ایک حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا، دوسری حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا، اللہ تعالی نے ان کی مذمت اور برائی کی ہے اور ان کا جہنمی ہونا بیان کیا ہے۔ (سورہ تحریم: ۱۰۔۱۱)

غور فرمایئے ایک طرف فرعون جیسے سرکش اور مردود کی بیوی آسیہ ہیں، جنہوں نے اچھے اوصاف واخلاق اختیار کئے اور نیکی کی راہ کا انتخاب کیا، تو قرآن مجید میں ان کی تعریف بیان کی گئی اور دوسری طرف حضرت لوط وحضرت نوح علیہما السلام جیسی مقدس ذوات کی گھر والیاں ہیں، جن کی مذمت وبرائی ہمیشہ کے لئے قرآن میں ثبت کردی گئی ہے، حالانکہ حضرت لوط ونوح وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ دنیا کا کوئی انسان

بھی ان کے نقش قدم پر چلتا تو فلاح پا جاتا مگر ان کی بیویاں ان کے نقش قدم پر نہ چلیں تو عذاب میں گرفتار ہوئیں۔

جب عورت نیکی پر آتی ہے، عمدہ اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرتی ہے اور صلاح وتقوی کی زندگی گزارتی ہے تو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر، جس سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔ عورت کے حق میں یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں:

"وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ اَفْضَلُ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ" (۱)

(یعنی دنیا کی چیزوں میں "نیک عورت" سے افضل و بہتر کوئی چیز نہیں ہے)

اور جب عورت نیکی کا راستہ چھوڑ کر اخلاق رذیلہ سے اپنے آپ کو ملوث کرتی اور شر وفساد کی زندگی گذارتی ہے تو اسی ترجمانِ حق زبان سے عورت کے حق میں یہ الفاظ صادر ہوتے ہیں کہ:

"وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءُ" (۲)

(میں نے دوزخ کو دیکھا، اس میں جانے والی اکثر عورتیں تھیں)

ایک طرف مؤمن مرد کے لیے سب سے زیادہ بہترین چیز تقوی کے بعد نیک عورت کو قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

"مَااسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ" (۳)

(اللہ سے تقوی کے بعد نیک عورت سے زیادہ بہترین چیز سے مؤمن نے استفادہ نہ کیا ہوگا)۔

تو دوسری طرف عورت کو سب سے زیادہ فتنہ کا سبب بھی بتایا گیا ہے، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"مَاادَعُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ" (۴)

(۱) ابن ماجہ: ۱۳۳ (۲) بخاری: ۷۸۲/۲، مسلم: ۳۵۲/۲، ترمذی: ۸۷/۲ (۳) ابن ماجہ: ۱۳۳
(۴) بخاری: ۷۶۳/۴، مسلم: ۳۵۲/۴، ترمذی: ۱۰۶/۲، ابن ماجہ: ۲۸۸

میرے بعد میں نے مردوں کی حق میں کوئی فتنہ ''عورتوں'' سے زیادہ نقصان دہ نہیں چھوڑا ہے۔

وجہ کیا ہے؟ وہی کہ جب عورت ان اوصاف واخلاق،خصوصیات وکمالات سے آراستہ ہوتی ہے جو اس کے لیے ضروری ہیں تو وہ دنیا کی سب سے بہترین چیز قرار پاتی ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بلندی کی انتہائی منزلوں میں جگہ پاتی ہے اور ایک مؤمن کے حق میں ''تقوی کی صفت'' کے بعد اگر کوئی چیز اعلی وافضل اور سب سے زیادہ خیر کا باعث ہوسکتی ہے تو وہ عورت ہی ہے،مگر یہی عورت جب سیدھی راہ سے ہٹکر برائی کے راستہ پر پڑ جاتی ہے اور ان کمالات وخصوصیات سے ہاتھ دھوبیٹھتی ہے اور شیطانی اخلاق واعمال اختیار کرلیتی ہے تو یہ دنیا کی سب سے بدترین مخلوق قرار پاتی اور فتنہ کا باعث بنتی ہے۔

فصل ثالث

مؤمن عورت کے اوصاف قرآن کے آئینہ میں

ایک مومن عورت میں وہ کیا اوصاف وکمالات ہونے چاہئیں جو اسکو اللہ اور رسول کی نظروں میں عزت وعظمت عطا کرتے ہیں اور وہ انکی بنا پر اجر عظیم کی بشارت کی مستحق ،اخروی سرخروئی اور سرفرازی کی حامل اور جنت اور اسکی نعمتوں کی وارث قرار پاتی ہے۔قرآن مجید نے ان اوصاف واخلاق کو بیان فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّ الذَّاکِرَاتِ اَعَدَّا اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ [احزاب:۳۵]

(ترجمہ: تحقیق کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتس اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتس اور محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے مغفرت اور اجر عظیم کو)

آیت کا شانِ نزول:

حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قرآن میں اللہ تعالی نے ہمارا یعنی عورتوں کا ذکر کیوں نہیں فرمایا اور صرف مردوں کا ہی ذکر کیوں فرمایا؟ حضرت ام سلمہؓ کے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا۔(۱)

اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سوال حضرت ام عمارہؓ نے کیا تھا جو ایک انصاری خاتون تھیں، انہوں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ ہر بات مردوں ہی کے بارے میں آئی ہے اور عورتوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا جاتا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ عورتوں کے اوصاف واخلاق بیان کرنے کیے لیے نازل ہوئی ہے؛ اس لیے کہ یہ آیت جیسا کہ عرض کیا گیا عورتوں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی، اس میں اگرچہ مردوں کا بھی ذکر ہے مگر اصل مقصود عورتوں کا تذکرہ ہے۔

(۱) ابن کثیر: ۵۰۳/۳، روح المعانی: ۲۲/۲۲ (۲) روح المعانی: ۲۲/۲۲، قرطبی: ۵۸۱/۴۱

مؤمن عورت کے قرآنی اوصاف:

اس آیت میں جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان پر غور کرنا چاہئے کیونکہ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ نہ مردوں سے ہے اور نہ عورتوں سے بلکہ ان لوگوں سے ہے جو ان اوصاف واخلاق کے حامل ہیں۔ یہ کل دس (۱۰) اوصاف واخلاق ہیں جو یہاں بیان کئے گئے ہیں (۱) اسلام (۲) ایمان (۳) قنوت یعنی اطاعت (۴) صدق یعنی سچائی (۵) صبر (۶) خشوع (۷) صدقہ وخیرات (۸) روزہ (۹) شرمگاہ کی حفاظت (۱۰) ذکراللہ۔

ان اوصاف کی مختصر تشریح وتوضیح ذیل میں دی جاتی ہے تا کہ ان اوصاف کی حقیقت واصلیت معلوم ہو جائے.

(۱) **اسلام**: اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ بندوں کی بھلائی وبہبودی کے لئے جو احکامات وقوانین نازل فرمائے ہیں، ان کو قبول کر کے ان کی اطاعت واتباع کی جائے؛ کیونکہ اسلام کے اصل معنی ہیں ’’اپنے کو کسی کے سپرد کر دینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا‘‘ اور ظاہر ہے کہ یہاں مراد اللہ کے سپرد ہو جانا اور اسی کے فرمان کے تابع ہو جانا ہے اور اللہ کا فرمان وہی ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ لے کر آئے ،لہذا اسلام کی حقیقت وروح یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور ہر بات میں اسی کے قانون کا پابند بن جائے۔

اس تشریح کو سامنے رکھکر خواتین حضرات کو غور کرنا چاہئے کہ کیا ہم میں یہ صفت پائی جارہی ہے اور کیا ہم اسی طرح اللہ کے حوالے ہو گئے ہیں اور اس کے قانون پر ہر موقعہ پر عمل کرتے ہیں؟

(۲) **ایمان**: ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ نبی ورسول کی خبر پر ان حقائق کو مان لینا اور دل سے قبول کر لینا جو ہماری عقلوں اور شعور وادراک سے معلوم نہ ہو سکیں اور جو

ہمارے حواس سے دور ہوں جیسے اللہ کا وجود، توحید باری تعالی، جنت ودوزخ، رسول کی رسالت، نبی کی نبوت، وحی کا سلسلہ، قبر وحشر کے احوال وغیرہ، ان سب باتوں کو نبی ورسول کی خبر کی بنیاد پر دل سے مان لینا ایمان ہے، ان کے بارے میں اتنی بھی گنجائش نہیں کہ ذرا سا بھی ان میں شک کیا جائے، بلکہ اپنی نظر سے زیادہ نبی کی خبر پر اعتبار واعتماد ہونا چاہئے۔

(**۳**)**قنوت**: ''قنوت'' کے اصلی معنی ''اطاعت'' کے ہیں۔ اس سے مراد مکمل اطاعت وفرمانبرداری ہے، اس طرح کہ کسی بھی حکم میں ذرا برابر خلل نہ پڑے، اور پوری یکسوئی اور دل کی مکمل آمادگی کے ساتھ اطاعت بجالائے۔ یہ کیفیت دراصل اوپر کی دو صفات ''اسلام وایمان'' کے راسخ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔

(**٤**)**صدق**: ''صدق'' سچائی کو کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم زبان کی سچائی کہ جو بات زبان سے نکالے وہ سچائی رکھتی ہو، حدیث میں ہے:

''**اِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّیَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ.** اور فرمایا کہ **اِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَیَهْدِیْ اِلَی النَّارِ.**''(۱)

(ترجمہ: سچائی نیکی کا راستہ بتاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ بتاتی ہے۔ بلاشبہ جھوٹ فسق وفجور کا راستہ بتاتا ہے اور فسق وفجور جہنم کا راستہ بتاتا ہے۔

دوسری قسم عمل کی سچائی، وہ یہ کہ نیکی کے کاموں میں کاہلی وسستی سے پرہیز کرے، نماز کا وقت ہوا تو نماز پڑھ لے، روزوں کے دن آئیں تو روزہ رکھے، اسی طرح اور عبادات اور نیکیوں کے وقت ان عبادات اور نیکیوں کو ادا کرے۔ یہ عمل کی سچائی ہے؛ کیونکہ بندہ مؤمن ایمان لاکر اللہ سے وعدہ کر چکا ہے کہ میں عبادت واطاعت کروں گا، تو جب اس وعدہ پر عمل ہوگا تو عملی سچائی ظاہر ہوگی ورنہ وہ عمل کا سچا نہ ہوگا۔ تیسری قسم دل کی سچائی، وہ یہ ہے کہ ایمان میں پختگی ہو، نفاق نہ ہو۔ یہاں صادقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان تینوں سچائیوں کے حامل ہوں۔

---

(۱) بخاری: ۵۶۳۹، مسلم: ۴۷۱۹

(۵) **صبر** : لغت میں ''صبر'' کے معنی حبس کے ہیں ،یعنی روکنا، اس سے مراد اپنے نفس کو روکے رکھنا اور کنٹرول میں رکھنا ہے۔صبر بھی تین قسم کا ہوتا ہے:

ایک یہ ہے کہ نفس کو اطاعت وعبادت پر لگائے رکھے۔

دوسرے یہ ہے کہ نفس کو گناہوں سے باز رکھے۔

تیسرے یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو مصائب و پریشانیاں پیش آتی ہیں، ان پر بھی نفس کو سنبھالے رکھے کہ وہ اللہ کی کوئی شکایت نہ کر پائے۔

پہلی قسم کو ''صبر علی الطاعة''، دوسری کو ''صبر عن المعصية''، اور تیسری قسم کو ''صبر علی المصيبة'' کہتے ہیں۔ان تینوں میں مشترکہ بات یہ ہے کہ نفس کو کنٹرول میں رکھنا پڑتا ہے،تب ہی وہ نیکی پر قائم ہوتا اور گناہوں سے بچتا اور مصیبت پر بے قابو ہونے سے رکتا ہے۔

خواتین حضرات اس پر خصوصیت سے توجہ فرمائیں کہ کیا اس قسم کے صبر کا مادہ ان میں پیدا ہو گیا ہے؟ اگر نہیں تو کوشش کریں۔

(٦) **خشوع**: ''خشوع'' سے مراد دل کا اللہ کی طرف جھکاؤ اور لگاؤ ہے۔ اس سے انسان میں وقار سکون اور تواضع پیدا ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں داڑھی سے کھیلتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ اس کے دل میں اگر خشوع ہوتا تو اس کے اعضا میں بھی خشوع ہوتا۔(۱)

(۲) حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا کہ اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔(۲)

(۳) ایک شخص نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا،حضرت سعید بن المسیب نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کے دل میں اگر خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا.(۳)

(۴) ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کو انہوں نے نماز میں کنکریوں سے کھیلتا ہوا دیکھا تو یہ فرمایا۔(۴)

(۱) نوادر الاصول ۲۱۰/۳ (۲) تعظیم قدر الصلاۃ ۱۹۴/۱ (۳) ایضاً (۴) سنن بیہقی :۲۸۵/۲

اور یہاں صرف نماز میں خشوع مراد نہیں ہے، بلکہ ہمہ وقت اللہ کی طرف توجہ اور دل کا جھکاؤ مراد ہے۔

(۷) **صدقہ وخیرات**: اس سے مراد سخاوت کا مادہ اور جذبہ ہے کہ اللہ تعالے کے نام پر اپنا مال لٹا دیا جائے، خواہ زکوۃ کی شکل میں ہو یا کسی اور طرح مساکین وفقراء پر خرچ کیا جائے۔ صدقہ وخیرات کے فضائل اور اس پر اللہ کی طرف سے دیا جانے والا ثواب، قرآن وحدیث میں بڑی تفصیل کے ساتھ بار بار بیان کیا گیا ہے؛ اس لئے مسلم عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر سخاوت کا جذبہ پیدا کرے اور بخل وکنجوسی سے بچے۔

(۸) **صوم**: یعنی روزہ، ''صوم'' روزہ کو کہتے ہیں جس میں محض اللہ کے واسطے انسان اپنی خواہشات اور لذات کو چھوڑ دیتا ہے جب اللہ کے لیے اللہ کے حکم پر جائز خواہشات اور لذات کو بھی چھوڑ دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ حرام ونا جائز کاموں اور حرام لذتوں اور خواہشوں میں تو ہرگز کبھی بھی نہ پھنسے گا، یہی جذبہ اس صفت سے مقصود ہے۔

(۹) **عفت وعصمت**: ایک اہم صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس سے مراد عفت وعصمت ہے اور یہ صفت عورتوں کی تمام صفات میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، بلکہ یوں کہنا بجا ہوگا کہ عورت نام ہی ہے سراپا عفت وعصمت کا جس میں عفت وعصمت کا عنصر نہ ہو، وہ عورت کی تعریف سے خارج ہے۔

(۱۰) **ذکر اللہ**: آخری وصف ''ذکر اللہ'' بتایا گیا ہے، یعنی اللہ کی یاد۔ اس میں زبانی ذکر بھی داخل ہے اور قلبی ذکر بھی داخل ہے اور عملی ذکر بھی داخل ہے۔ زبانی ذکر یہ ہے کہ زبان سے اللہ کو یاد کرے مثلاً تلاوت کلام اللہ کرنا، کلمہ طیبہ پڑھنا، یا اور کوئی تسبیح وذکر کرنا۔ اور قلبی ذکر یہ ہے کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو اور ہر کام کے موقعہ پر خدا کے حکم کو سوچ کر اس کے مطابق کام کیا جائے۔ اور عملی ذکر جیسے نماز، حج وغیرہ عبادات کا ادا کرنا ہے۔ یہ ہیں وہ صفات جو ایک مؤمن عورت کے اندر ہونی چاہئیں۔ اور مرد بھی مستحق انعام اسی وقت ہوگا جبکہ وہ ان صفات کا حامل ہو۔ آیت

کریمہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔
البتہ آیت کا نزول خصوصیت کے ساتھ چونکہ عورتوں کے لئے ہوا ہے، اس لئے یہاں خواتین کو خصوصیت کے ساتھ ان صفات کے حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے،
سورۂ تحریم (آیت:۵) میں بھی اچھی عورت کے یہ اوصاف بیان ہوئے ہیں: مسلمات، مؤمنات، قانتات، تائبات، عابدات، سائحات، یعنی اسلام، ایمان، قنوت، توبہ، عبادت اور سیاحت۔ پہلی تین کا ذکر اوپر آ چکا ہے، آخری تین کی شرح یہ ہے:
توبہ : یعنی اپنے گناہوں پر اللہ تعالی سے رجوع ہونا اور معافی مانگنا، اپنی تقصیر کا اعتراف اللہ کو بہت پسند ہے اور تقصیر کر کے بھی اعتراف نہ کرنا اور معافی کی جگہ ضد وہٹ سے کام لینا مسلمان کی شان سے بعید ہے۔
عبادت: اس کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت اور اسکے سامنے عاجزی وانکساری بھی بندہ مؤمن کا خاص وصف ہے۔ (اسلام میں بعض عبادات کی شکلیں مقرر ہیں؛ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ۔ اور بعض عبادات کی شکلیں مقرر نہیں ہیں، ان کو حسب حال کیا جا سکتا ہے جیسے ذکر و تلاوت وغیرہ، بہر حال یہ بھی مؤمن کی ایک خاص شان ہے)
سیاحت : اسکی ایک تفسیر روزے سے کی گئی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ حسن، ابن جبیر سے مروی ہے۔ اس صورت میں ''سائحات'' کے معنی وہی ہونگے جو پچھلی آیت میں ''صائمات'' کے معنی ہیں۔
اور دوسری تفسیر ہجرت سے کی گئی ہے اور ہجرت کے معنی ہیں اللہ ورسول کی خاطر اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن اور گھر بار اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جانا۔ تو یہ صفت دراصل خدا کی محبت میں اور رسول کے عشق میں ہر چیز کو قربان کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ اوصاف ایک مؤمن ومسلمان عورت میں ہونے چاہئیں۔ جس سے اسکی دنیا اور آخرت دونوں سنورتے ہیں اور وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہوتی ہے۔

فصل رابع

مومن عورت کے اوصاف احادیث کی روشنی میں

قرآن کے بعد احادیث نبویہ کی طرف آیئے، ان میں دیکھیں کہ عورت کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے کن کن اوصاف وخصوصیات کو لازم قرار دیا ہے یا مستحسن گردانا ہے۔

دینداری عورت کا کمال:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ"(۱)

(عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ مال کی وجہ سے، حسب ونسب کی وجہ سے، جمال وحسن کی وجہ سے اور دینداری کی وجہ سے، پس تو دیندار کو پسند کر کے کامیاب ہوجا)۔

اس حدیث سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ نکاح کے لیے ایسی عورت کو پسند کیا جائے جو دیندار ہو۔ وہیں اس بات کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے کہ عورت کا کمال اور اسکی خوبیوں کا معیار نہ مال و دولت ہے، نہ حسن و جمال اور نہ خاندانی عزت وعظمت، بلکہ اسکا کمال "دینداری" ہے۔ جس عورت میں یہ کمال ہو وہ واقعی صاحب کمال ہے اور جس کے اندر یہ وصف نہ ہو وہ چاہے کتنی حسین کیوں نہ ہو اور حسب ونسب اور خاندانی شرافت میں کتنی ہی آگے کیوں نہ ہو اللہ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں؛ اس لئے تاکید کی گئی ہے کہ دیندار عورت سے نکاح کرو، اس میں کامیابی ہے۔

---

(۱) بخاری:۲/۷۶۲، مسلم:۱/۴۷۳، ترمذی:۱/۲۰۷، نسائی:۲/۷۲، ابوداؤد:۱/۲۸۰، ابن ماجہ: ۱۳۳، احمد:۲/۴۲۸

عفت و پاکبازی:

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اَلْمَرْأَةُ اِذَاصَلَّتْ خَمْسَهَاوَصَامَتْ شَهْرَهَاوَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَىِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ تْ''

(عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے تو ایسی عورت جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے)۔(۱)

اور حضرت انسؓ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی آبرو کے بارے میں پارسا ہو۔(۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے اندر اپنی آبرو کی حفاظت اور عفت و عصمت کا جوہر ہونا چاہیئے۔ وہی عورت قابل تعریف اور جنت کی مستحق ہے۔

پردہ وحیاء:

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے پوچھا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ صحابہ سب خاموش رہے، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب میں گھر واپس آیا تو حضرت فاطمہؓ سے سوال کیا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر بات کیا ہے؟ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھے اور نہ مرد اس کو دیکھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ جواب میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے نقل کیا، تو آپ نے فرمایا ہاں فاطمہ تو میرا جز ہے۔(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا پردہ میں رہنا کہ نہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھ سکے

---
(۱) مشکوۃ:۲۸۱ (۲) کنز العمال:۴۵۱۵۷ (۳) مسند فاطمہ للسیوطی:۱۱۸

اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھ سکے، بہترین صفات میں سے ہے۔

عورت کے لیے پردہ کا حکم قرآن میں بھی صاف طور پر آیا ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾[احزاب:۳۳]

(اپنے گھروں میں ٹکی رہو)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلاضرورت گھر کے باہر نہ جانا چاہئے، بلکہ اپنے گھر میں ٹکی رہنا چاہئے اور اگر بضرورت باہر جانا ہو تو حکم ہے کہ اپنے آپ کو پردہ میں ڈھانپ کر باہر جائے چنانچہ فرمایا:

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ﴾ [احزاب:۵۹]

(اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر ڈال لیا کریں اپنی چادروں میں سے)

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ عورت اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں، یہی برقعہ کہلاتا ہے۔ غرض بلاضرورت تو گھر کے باہر ہی نہ جانا چاہئے اور اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو اپنے آپ کو پوری طرح برقعہ سے ڈھانپ کر جانا چاہئے۔ نیز احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بھی پردہ کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ:

"اِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِیْ شَیْطَانٍ"(۱)

عورت (جب باہر نکلتی ہے تو) شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت کے باہر جانے آنے سے اسکو دیکھنے والے مردوں

(۱) مسلم: ۴۴۹/۱

کے دلوں میں وسوسہ اور برائی آتی ہے جیسا کہ شیطان وسوسہ و برائی کا باعث بنتا ہے لہذا عورت کو بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے۔(۱)

دوسری حدیث میں فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ اِذَاخَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ"(۲)

(کہ عورت جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے)

ہاں اگر ضرورت پر نکلے تو اجازت ہے مگر پردہ کے ساتھ نکلنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"عید کے دن عورتیں عید گاہ جائیں، حضرت ام عطیہ نے عرض کیا کہ بعض عورتوں کے پاس چادر نہیں ہوتی، وہ کیا کریں؟ فرمایا کہ اس کی دوسری بہنیں اپنی چادر میں اس کو چھپالیں"(۳)

معلوم ہوا کہ عورت برقعہ یا چادر اوڑھ کر بضرورت باہر جاسکتی ہے بغیر برقعہ و چادر کے نہیں جاسکتی۔ اور چادر اوڑھنے کا حکم جیسا کہ اوپر گذرا خود قرآن نے بصراحت دیا ہے۔

کیا عورت کے لیے چہرہ کا پردہ ہے؟

عورت کے حجاب میں چہرہ میں داخل ہے یا نہیں؟ اس میں بعض جدت پسند لوگوں نے اپنی جدت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے چہرہ کو حجاب سے خارج قرار دینے کی ایک فضول کوشش شروع کر رکھی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جدت پسندوں کا طبقہ ہر کام میں غیروں کی تقلید کو اپنے لیے فخر سمجھتا ہے، اسی لیے ان کے طور طریقوں کو اپنانا چاہتا ہے اور پھر ان میں سے جو

(۱) شرح مسلم للنووی: ۱/۴۴۹ (۲) ترمذی: ۱/۱۲۰، مشکوۃ: ۲۶۹ (۳) مسلم: ۱/۲۹۱، ابوداؤد: ۱/۱۶۱، ابن ماجہ: ۹۲ ترمذی: ۱/۱۲۰

لوگ کچھ دینداری کی طرف آجاتے ہیں، وہ اپنی دینداری کو بھی اسی معیار پر دیکھنا چاہتے ہیں، ان کو علماء کا بتایا ہوا دین پسند نہیں آتا، بلکہ وہ دین میں بھی وہی جدت چاہتے ہیں، جس میں پوری نہیں تو ذراسی بے حیائی کی گنجائش ہو، بالکلیہ نہیں تو کم از کم تھوڑا سا حرام جائز ہو۔

چنانچہ آج کل مغربی ذہن رکھنے والے بعض لوگ مغرب کی ہر بات کو اچھی نگاہ سے دیکھتے اور اس کے لیے قرآن وحدیث کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، تاکہ مغربی طرز معاشرت پر چلنے کے لیے قرآن وحدیث سے دلیل فراہم ہوجائے، اسی طرح یہ لوگ اولاً اپنے ذہن میں مغربی بے حیائی وعریانی کو جگہ دے لیتے ہیں، پھر قرآن وحدیث میں اپنے اس ذہنی ومزعومہ جواز کو تلاش کرنے لگتے ہیں اور موقع بے موقعہ آیات واحادیث سے استدلال کرنے لگتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس طرح تو قرآن وحدیث سے ہر غلط سے غلط بات بھی کوئی غیر معقول آدمی ثابت کرسکتا ہے اور تاریخ میں ایسے افراد اور جماعتیں پہلے بھی گزر چکی ہیں، جنہوں نے اپنے زمانے کے حالات اور فلسوں سے مرعوب ومتاثر ہوکے قرآن وحدیث کی تفہیم وتشریح کو ان کے تابع بنادیا اور بہت سی بے تکی باتیں قرآن وحدیث سے ثابت کرنے لگے تھے خوارج، معتزلہ، جبریہ وغیرہ باطل فرقوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے اور اس طرح کے استدلالات کا ایک انبار آپ کے سامنے آجائے گا۔

اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے اولاً جزئیات سے بحث کرنا اصولاً غلط ہے، بلکہ صحیح اصول یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے مقاصد اور شریعت کے منشاء کو پیش نظر رکھنا چاہئے، پھر تمام جزئیات کو اس منشاء ومقصد پر منطبق کرتے چلے جانا چاہئے، اس نقطہ نظر سے جب ہم مصادر شریعت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قرآن وحدیث کا منشاء یہ ہے کہ عورتیں غیر مردوں

سے بالکل الگ تھلک رہیں اور اُنسے اِن کا کسی طرح نہ اختلاط ہو، اور نہ آمنا سامنا ہو۔

چنانچہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھئے:

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾[احزاب:۳۳]

(اے نبی کی عورتو! تم اپنی گھروں میں ٹکی رہو)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے اصل یہ ہے کہ بلاضرورت گھر کے باہر ہی نہ نکلیں، ایک دوسری آیت میں ہے کہ:

﴿وَاِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَا بٍ﴾[احزاب:۵۳]

اس میں مردوں سے کہا گیا ہے کہ جب تم عورتوں سے کچھ مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، غور کیجئے کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہی نا کہ عورت مرد کے سامنے ہی نہ آئے اور مردوں کو ضرورت پڑے تو وہ پردہ کی آڑ سے ہی ان کے ساتھ معاملہ کرنے کے روادار ہیں۔ نیز قرآن کریم کہتا ہے کہ:

﴿وَلایَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَایُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ [نور: ۳۱]

(عورتیں پیر مار کر نہ چلیں کہ ان کی مخفی زینت ظاہر ہوگی)

مفسرین میں سے متعدد حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عورتیں پیروں میں ایسا زیور نہ پہنیں جو چلنے سے آواز پیدا کرتا ہو اور لوگ عورتوں کی طرف متوجہ ہوں۔(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بجتا زیور بھی پہن کر نہ چلنا چاہئے کہ اس سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان نکات قرآنیہ بلکہ احکامات الٰہیہ کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ عورت کا چہرہ کھلا رکھ کر گھومنا پھرنا کیا ان احکامات سے میل کھاتا ہے؟ یا ان سے ٹکراتا ہے؟ اگر عورت سے بضرورت بات چیت بھی پردہ سے

(۱) دیکھو طبری: ۹/۱۰

ہونا ہے اور زیور بجتا ہوا پہننا ممنوع ہے، کیونکہ اس سے لوگ عورت کی طرف متوجہ ہوں گے تو کیا چہرہ کھلا ہوگا تو لوگوں کی توجہ اس کی طرف نہیں ہوگی؟

اس نقطہ نظر سے جب ہم یہ آیت پڑھتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَاالنَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾[احزاب: ۵۹]

(اے نبی! آپ اپنی عورتوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں کھینچ لیں)

تو معاً یہی بات مفہوم ہوتی ہے کہ اپنے سروں، چہروں اور اپنی پوری شخصیت کو ڈھانپ لیں، اور اس سے یہ مفہوم نکالنا کہ ''چہرہ چھوڑ کر اپنے اوپر چادر ڈال لیں'' ہوسکتا ہے کہ کسی مغربی تہذیب کے دلدادہ کے ذہن کے خراش وتراش کا نتیجہ ہو؛ لیکن قرآن وسنت کے مجموعی فکر اور اسلامی مقاصد ومنشاء کو سامنے رکھنے والے کے ذہن میں کبھی یہ مفہوم ذہن میں نہیں آسکتا۔

چنانچہ حضرات صحابیات نے اس آیت کو سنا تو چہرہ کا بھی پردہ ضروری سمجھا۔ حضرت عبیدہ السلمانیؒ نے خود اپنے شاگردوں کو بتایا کہ اس طرح چادر ڈالی جاتی ہے اور انہوں نے چادر لے کر اوپر ڈال لیا اور اپنی ناک و بائیں آنکھ بھی چھپالی اور صرف دائیں آنکھ کھلی رکھی۔(۱)

اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ عورتیں چہرہ اور سر چھپالیں۔(۲)

اس آیت کا یہی مطلب متعدد مفسرین نے صراحت سے بیان کیا ہے۔اب آیئے دیکھتے ہیں کہ صحابیات کا کیا معمول تھا۔

(۱) طبری: ۴۶/۲۲، ابن کثیر: ۵۳۵/۳ (۲) طبری: ۳۳۲

حضرت عائشہؓ کا واقعہ جس میں آپ پر منافقین نے تہمت لگائی تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک طرف کو اکیلی بیٹھی ہوئی تھی، ادھر سے صفوان بن معطل آئے، اورانہوں نے مجھے پہچان لیا، کیوں کہ وہ حجاب کے نزول سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے، پس میں نے ان کو دیکھا تو:

"فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِيْ"(۱)

(میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب یعنی چادر سے ڈھانک لیا)۔

حضرت عائشہؓ کی اس حدیث پر فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو اپنا چہرہ نیک وبد ہر ایک سے چھپانا ہے۔(۲)

نیز ابوداوٗد ونسائی نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط رسول اللہ ﷺ کو دینا چاہا تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور فرمایا کہ معلوم نہیں کہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ اور اس عورت نے عرض کیا کہ عورت کا، تو فرمایا کہ اپنے ناخنوں کو مہدی سے رنگ لو۔(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے چہرہ کھول کر نہیں آیا کرتی تھیں، بلکہ وہ پردہ کے آڑ سے گفتگو کرتی تھیں۔

نیز حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے احرام پہننے والی عورت کو نقاب پہننے سے منع فرمایا۔(۴)

اور"لاتنقب" (نقاب نہ پہنیں) کا مطلب علماء حدیث نے یہ بتایا ہے کہ "لاتستسر وجهها" کہ اپنا چہرہ نہ ڈھانپیں۔(۵)

---

(۱) بخاری ۲/۵۹۴ (۲) شرح مسلم: ۲/۳۶۰ (۳) ابوداوٗد: ۴۱۶۶، نسائی: ۵۰۸۹ (۴) بخاری: ۱۷۴۱، ابوداوٗد: ۱۸۲۷، ابن خزیمہ: ۲۵۹۰، ترمذی: ۸۳۳، نسائی: ۲۶۷۳ وغیرہ (۵) فتح الباری: ۴/۵۴، تحفۃ الاحوذی: ۳/۴۸۴، عون المعبود: ۵/۱۹۰

اب غور کرنا چاہئے کہ جب اللہ کے نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں عورت کو چہرہ ڈھانپنے سے منع فرمایا، تو اس سے مطلب یہی ہوگا اور ہونا چاہئے کہ عام حالات میں عورت کو چہرہ ڈھانپنا ہے، تبھی تو احرام کی حالت میں اس سے منع فرمایا، اور اس منع سے بھی یہ مراد ہے کہ کپڑا چہرہ پر ڈال لیا جائے اور اگر چہرہ پر کپڑا لگائے بغیر چہرہ کو حالت احرام میں بھی چھپایا جائے تو یہ منع نہیں ہے، بلکہ صحابیات کا عمل یہی تھا کہ وہ اس حالت میں بھی غیر مردوں سے اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ"

"كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ، فَإِذَا مَرَّ بِنَا الرَّاكِبُ سَدَّلْنَا الثَّوْبَ عَلٰى وَجْهِنَا وَإِذَا جَاوَزْنَا كَشَفْنَاهُ" (۱)

(ہم اللہ کے رسول علیہ السلام کیساتھ حالت احرام میں ہوتے تھے پس جب کوئی سوار ہماری طرف سے گزرتا تو ہم اپنے چہرہ پر کپڑا کھینچ لیتے اور جب وہ آگے بڑھ جاتا تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے)

اور یہی بات بھی ام سلمہؓ سے بھی مروی ہے۔(۲)

معلوم ہوا کہ عام حالات میں تو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی ہی اور احرام کی حالت میں بھی اس طرح وہ اپنا چہرہ چھپائے گی کہ کپڑا چہرہ سے نہ لگے، تاہم احرام کی حالت میں چہرہ چھپانا علماء میں مختلف فیہ ہے، جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اکثر یہی فرماتے ہیں کہ چہرہ پر کپڑا ڈالنا تو منع ہے لیکن غیر مردوں سے اس طرح چہرہ چھپانا چاہئے کہ چہرہ کو کپڑا نہ لگے۔ ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے چہرہ کا پردہ ہے۔

(۱) ابن خزیمہ: ۲۰۴/۴، ابوداؤد: ۱۸۳۳، بیہقی فی السنن: ۴۸/۵، ابن ابی شیبہ: ۲۸۴/۳ (۲) معجم کبیر طبرانی: ۲۸/۲۳، مجمع الزوائد: ۲۴۰/۳

اب رہا یہ استدلال کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، لہٰذا یہ اس لیے حکم ہے کہ عورت کا چہرہ کھلا ہوتا ہے، اسلئے مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کو نہ دیکھیں، ورنہ ان کو کیوں اس کا مکلّف کیا جاتا؟

یہ استدلال اگر چہ بعض بڑے حضرات جیسے قاضی عیاض وغیرہ سے منقول ہے تاہم یہ انتہائی مخدوش ہے کیوں کہ:

اولاً یہ کیا ضروری ہے کہ اس سے صرف مسلمان عورتوں سے نظریں بچانے کا مفہوم نکالا جائے؟ ہوسکتا ہے کہ اس سے کافر عورتوں سے بھی نظریں بچانے کا حکم دیا گیا ہو جو مطلقاً پردہ ہی نہیں کرتیں، اور یہی صحیح ہے۔

دوسرے یہ کیا ضروری ہے کہ اس آیت سے صرف عورتوں کے چہرہ سے نظر بچانے کا مفہوم اخذ کیا جائے؟ کیا عورتوں کا صرف چہرہ دیکھنا ہی منع ہے؟ علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر عورت کو بنظر شہوت کپڑوں کے اوپر سے بھی دیکھے گا تو حرام ہوگا۔(۱)

لہٰذا چہرہ ڈھکا ہوا ہونے کے باجود بھی اس سے نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے۔

تیسرے یہ استدلال اس لیے بھی غلط ہے کہ اگر اس آیت کے حکم سے مسلمان مرد اپنی نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور اس لیے عورت کو چہرہ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے تو اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ مومن مردوں کیسامنے اور وہ بھی جب کہ اس آیت پر وہ عمل کرتے ہوں تب عورت کو چہرہ کھولنے یا کھلا رکھنے کی اجازت ہے، لیکن کافر مردوں اور فاسق مردوں کیسامنے کھولنے یا کھلے رکھنے کا کیا جواز ہے؟

اب اس کے بعد عقلی نقطہ نظر سے بھی غور کیجیئے کہ عورت کا حسن و جمال جس قدر اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے کسی اور سے اس قدر نہیں ہوتا، تو یہ کونسی عقل کی

(۱) التمہید لابن عبدالبر: ۳۶۵/۶

بات ہے کہ پورا جسم تو اس کا چھپایا جائے اور اس کے چھپانے کا مقصد اسکی عفت وعصمت کا تحفظ ہو مگر اس عفت وعصمت پر جہاں سے سب سے زیادہ حملہ کا امکان ہے اس راستہ کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ چوروں کے خطرہ سے گھر کے چھوٹے موٹے سوراخ اور کھڑکیاں اور روشندان سب بند کرکے گھر کا بڑا پھاٹک کھلا رہنے دیا جائے۔ یہ بات اس قدر خلاف عقل ہے کہ کوئی موٹی عقل والا بھی اس کو روا رکھنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

سلسلہ کلام جب دراز ہو ہی گیا ہے تو یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں کو ایک حدیث سے بھی غلط فہمی ہوئی ہے، کہ ابوداؤد نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور ان پر باریک قسم کے کپڑے تھے، تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ''اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس اور اس حصہ کے سوا کچھ اس میں سے نظر آئے، اور آپ نے ہاتھ کی ہتھیلیوں اور چہروں کی طرف اشارہ کیا۔(۱)

اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے عورت کو چہرہ کھلا رکھ کر پھرنے کی اجازت دی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ

اولاً تو یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، ایک تو اس لیے کہ اس کے راویوں میں سعید بن بشیر ایک راوی ضعیف ہے، دوسرے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور خالد کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات نہیں ہے، لہٰذا روایت منقطع ہے۔(۲)

دوسرے اس حدیث میں عورت کے حجاب کا مسئلہ نہیں، بلکہ اس کے ستر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو تنہائی میں بھی اور گھر میں بھی جس طرح کے

(۱) ابوداؤد: ۴۱۰۴ (۲) عون المعبود: ۱۰۹/۱۱، والدرایۃ: ۲۲۳/۱، التلخیص الحبیر: ۴۳/۳

کپڑے پہننا ہے وہ یہ ہے،اس حدیث میں حجاب کا مسئلہ نہیں بیان کیا گیا ہے، کہ عورت باہر جانے اور غیر مردوں کے سامنے ظاہر ہونے کی صورت میں چہرہ اور کھلا رکھ سکتی ہے۔

اور معلوم ہونا چاہئے کہ ستر اور حجاب میں فرق ہے؛ ستر تو مرد وعورت دونوں کے لیے ہے حتی کہ مثلا نماز تنہائی میں بھی پڑھتے ہوئے ستر کو چھپانا ضروری ہے، مرد کے لیے بھی عورت کے لیے بھی، البتہ مرد کے لیے ستر کے حدود الگ ہیں اور عورت کے ستر کے حدود الگ ہیں۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے اور عورت کے لیے سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے پورا جسم ستر ہے۔ اور بعض نے قدموں (پیروں کو بھی) ستر سے خارج مانا ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ تو مذکورہ حدیث میں اسی ستر کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے، اس کا حجاب والے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور حجاب صرف عورت کے لیے ہوتا ہے ہاں حجاب میں چہرہ داخل ہے یا نہیں اس پر تین ائمہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہاں داخل ہے، اور ہر حال میں اس کو چھپانا غیر مردوں سے ضروری ہے، چاہے فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو، اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ چہرہ کا چھپانا اس صورت میں ضروری ہے کہ جب کہ فتنہ کا خوف ہو، ورنہ ضروری نہیں۔ (۱)

مگر کون نہیں جانتا کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول اپنے زمانہ کے لحاظ سے ہے جو خیر القرون تھا، شر کے بجائے خیر کو غلبہ تھا، اور آج شر کو غلبہ ہے اور شہوتوں کی بھٹی بھڑکا دی گئی ہے، اس صورت حال میں چاروں ائمہ کے نزدیک ایک ہی مسئلہ ہو گیا کہ عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے۔

لہذا ان دلائل کی روشنی میں بالتفصیل یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام میں عورت کو چہرہ بھی چھپانا لازم وضروری ہے۔

(۱) دیکھو تفسیر معارف القرآن: ۷/۷ ۲۱ تا ۲۲۰

گھریلو کام کی عادت:

عورت کے لئے گھریلو کام کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے اور بلا لحاظ مذہب وملت، ہر قوم اور مذہب کے لوگوں میں اپنی لڑکیوں اور عورتوں کو اسکی مشق و عادت ڈالی جاتی ہے، مگر یوروپ ومغرب کے حیا سوز کلچر نے جہاں اور بہت سارے حقائق بدل دیئے ہیں، اس حقیقت کے اوپر بھی پردہ ڈال دیا ہے اور اب لڑکیاں گھریلو کام اہم واقدم سمجھنے کے بجائے غیر اہم، بلکہ اپنی شان سے گرا ہوا خیال کرنے لگی ہیں اور گھریلو کام کے بجائے دفتری و بازاری کام کو ترجیح دینے لگی ہیں اور انتہائی بے حیائی و بے غیرتی پر اتر آئی ہیں۔

اسلام نے عورت کے لئے گھریلو کام کی اہمیت وفضیلت بیان کی ہے۔ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا اپنے گھر میں گھر ہستی کا کام کرنا اس کو جہاد کے رتبے کو پہونچاتا ہے۔(۱)

اللہ اکبر! کیا فضیلت واہمیت ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی نظر میں گھریلو کام کی، کہ اسکو جہاد کے برابر قرار دیا ہے۔ لہذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ گریلو کاموں کو فوقیت دیں اور اپنی بچیوں کو اسکی تربیت دیں، ورنہ جو عورتیں گھریلو کام کو ترک کرکے باہر کے کاموں کو ترجیح دیتی ہیں، وہ آخر کار نکمی ہوجاتی ہیں اور ان سے گھریلو زندگی کی رونق ختم ہوجاتی ہے۔ ایک مغربی مصنف ومفکر ژول سلیمان نے لکھا ہے کہ۔

''آج عورتوں نے پارچہ بافی کی مشینوں اور چھاپہ خانوں میں کام کرنا شروع کردیا ہے۔ حکومت نے ان سے اپنے کارخانوں میں کام لینا شروع کردیا ہے۔ اور وہ گو اس ذریعہ سے کچھ ٹکے کما لیتی ہیں، لیکن اسی کے مقابلہ میں انہوں نے اپنے گھروں کی بنیاد کھود ڈالی اور انکو برباد کردیا ہے۔

---

(۱) کنز العمال: ۴۵۱۳۸

آ گے لکھتا ہے کہ ملازمت نے ان عورتوں کو منزلی (گھریلو) زندگی سے بہت دور کر دیا ہے اور گھرانوں کی رونق کو مٹا رہی ہیں۔ (۱)

یہ ایک مغربی مفکر کا بیان ہے جو آپ نے پڑھا اور یہ مغربی علاقوں کی حالت بیان کی گئی ہے جسکو لوگ حسن ظن کے ساتھ دیکھتے ہیں اور جسکی ہر ادا ہمارے دلوں کو بھاتی ہے۔

خود اہل مغرب بھی عورت کے لئے گھریلو کام کی اہمیت کے قائل ہیں۔

ایک مغربی مصنف leo kinsella نے اپنی کتاب the ideal wife میں بہت تفصیل سے اس پر لکھا ہے اور باہر جا کر کام کرنے کی مذمت کی ہے، یہاں اسکا صرف ایک جملہ نقل کرتا ہوں ۔

it is almost impossibale for the wife to remain qween of the home if she works .(p;136)

''یعنی یہ بات بہت حد تک بیوی کے لئے ناممکن ہے کہ وہ گھر کی مالکن بنی رہے اگر وہ (باہر جا کر) کام کرتی ہو''

حضرت فاطمہ سے بڑھکر کون ہوسکتی ہیں؟ وہ اپنے گھر میں خود کام کرتی تھیں حتی کہ چکی پیستی تھیں اور دیگر گھریلو کام کرتی تھیں، جس سے ان کے ہاتھ سخت ہو گئے تھے، کندھے پر پانی اٹھالاتی تھیں، جس سے انکی گردن پر نشان پڑ گئے تھے۔ اور جب انہوں نے اللہ کے رسول اکرم ﷺ سے اسکی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ صبر کر اور بہتریں عورت وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے کام آئے۔ (۲)

۞ علم دین کی طلب وتڑپ:

علم دین کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو مگر عام طور

(۱) بحوالہ مسلمان عورت: ۴۱۱ (۲) دیکھو فتح الباری: ۱۱/۱۱۹۔۱۲۱

پرعورتوں میں علم دین کی کمی اور علم دین کے طلب کی کمی پائی جاتی ہے۔صحابیات و تابعات کو دیکھوان کے اندر علم دین کی طلب اوراس کے لیے تڑپ کس قدر تھی؟

حدیث ہی میں ہے کہ صحابیات نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ مرد (دین کے بارے میں) غالب آ گئے یعنی دین کی باتین سننے اور علم حاصل کرنے کے مواقع انکوزیادہ ملتے ہیں، لہذا آپ ہمارے لئے ایک دن مقرر فرما دیجئے (اس میں آپ ہم کودین کی باتیں سکھائیں) چنانچہ آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا (ایک دن مقرر کردیا)۔(۱)

اس حدیث سے حضرات صحابیات کا ذوق وشوق علم دین کے سلسلہ میں معلوم ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ نے ایک موقعہ پر انصاری عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: بہتریں عورتیں، انصار کی عورتیں ہیں، کہ حیا وشرم نے انکودین میں تفقہ اور سمجھ بوجھ پیدا کرنے سے بازنہیں رکھا۔(۲)

دیکھئے حضرت عائشہ نے انصاری صحابیات کی تعریف میں فرمایا کہ حیا وشرم کے باوجود دین کا علم حاصل کرتی تھیں، اس لئے وہ بہترین عورتیں ہیں۔ چنانچہ بہت سے مسائل کی تحقیق اللہ کے رسول ﷺ سے عورتوں نے کی اور آپ ﷺ نے ان کے جوابات دیئے۔

حضرت عائشہؓ نے تمام صحابیات میں سب سے زیادہ احادیث روایت فرمائی ہیں ۔ان سے مروی احادیث کی تعداد دوہزار دوسودس (۲۲۱۰) ہے۔اور تمام صحابہ کرام میں کثرت روایت کے لحاظ سے ان کا چھٹا نمبر ہے۔ابن حجر نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں سے جلیل القدر حضرات بھی حضرت عائشہ سے مشکل مسائل پوچھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ کے بھانجے حضرت عروہ نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہؓ سے

---

(۱) بخاری: ۱/۲۰ (۲) بخاری: ۱/۲۴

بڑھ کر فقہ اور طب (ڈاکٹری) اور شاعری کا جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ اگر تمام صحابیات کا علم ایک جگہ رکھا جائے اور حضرت عائشہ کا ایک طرف تو حضرت عائشہ کا علم سب پر بھاری ہو جائے گا۔ [(۱)]

مثال کے طور پر یہاں حضرت عائشہ کا ذکر کیا گیا، ورنہ تاریخ میں حضرات صحابیات و تابعات کی زندگیوں کا جو نقشہ دیا گیا ہے، وہ اسکی واضح دلیل ہے کہ وہ سب کی سب علم دین کی طلب و جستجو میں لگی رہتی تھیں اور اس طلب اور جستجو نے انکو علم کے بلند مقام پر فائز کیا۔

❁ عبادت وتقوی:

عورت کے لئے جس طرح دین کی ضرورت ہے، اسی طرح عبادت و اطاعت، تقوی و پرہیز گاری کی بھی ضرورت ہے۔ قرآن میں جو صفات عورتوں کی بیان ہوئی ہیں، ان میں ایک صفت ''قانتات'' (عبادت و اطاعت کرنے والی عورتیں) مذکور ہے۔ اور ایک جگہ ''عابدات'' (عبادت و اطاعت کرنے والیاں) کا ذکر ہے۔ نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ جو عورت پانچ وقت نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے، وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (یہ حدیث اوپر حوالہ کے ساتھ گذر چکی ہے)

اس حدیث میں بھی عبادت وتقوی کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔ نماز روزہ کا ذکر، عبادت کی طرف اشارہ ہے اور عفت و عصمت سے تقوی و پرہیز گاری کی طرف اشارہ ہے اور شوہر کی اطاعت کا ذکر معاشرت واخلاق کی طرف اشارہ ہے۔

لہٰذا عورت کو چاہئے کہ عبادت و اطاعت اور تقوی اور پرہیز گاری کا شوق اپنے اندر پیدا کرے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(۱) تہذیب التہذیب: ۱۲/۵۳۵

اللہ اس مرد پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑکے۔ اور اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی اٹھائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑکے۔(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو رات میں اٹھاتا ہے پھر دونوں نماز پڑھتے ہیں تو ان کو ذاکرین میں لکھا جاتا ہے(۲)

عورت کے لئے تہجد کی ترغیب ہے، تو پھر فرض کی کتنی اہمیت ہوگی، اس کا اندازہ خود لگائیے۔

الغرض اپنے آپ کو عبادت واطاعت کے لئے مستعد کرنا چاہیے۔

ذکر وتلاوت کی پابندی:

عورت کے لئے ذکر واذکار، تسبیح وتلاوت کی پابندی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے اسکے دنیوی وگھریلو مشاغل میں بھی نورانیت وروحانیت نیز سہولت و آسانی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جب اپنے مشاغل اور گھریلو کام کی مشقت کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے جاکر ایک خادم عطاء فرمانے کی درخواست کی تو نبی کریم ﷺ نے انکو تسبیح وذکر کی تلقین فرمائی تھی۔ چنانچہ روایات میں اسکی تفصیل اس طرح آتی ہے:

حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ نے چاہا کہ چونکہ گھریلو کاموں کی زیادتی اور سختی سے بہت پریشانی ہے، حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ چکی پیس پیس کر سخت ہوگئے، اور حضرت علی کنویں سے پانی بھرا کرتے ہیں، اس سے انکے سینے میں درد کی شکایت پیدا ہوگئی۔ اور حضرت فاطمہ بھی پانی اٹھایا کرتیں، جس سے انکی گردن میں نشان ہوگئے۔

(۱) ابوداؤد: ۱/۱۸۵، ابن ماجہ: ۹۴، نسائی: ۱/۲۳۹ (۲) ابوداؤد: ۱/۱۸۵، ابن ماجہ: ۹۴

اور دیگر گھریلو مصروفیات سے ان کے کپڑے بھی خراب وخستہ ہوجاتے ۔اور روٹیاں پکانے کی وجہ سے (دھویں نے) چہرہ کا رنگ بدل دیا،اس لئے رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا خادم مانگ لیں ۔جب اللہ کے نبی کے گھر پہنچے تو آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے۔حضرت عائشہؓ سے ذکر کرکے واپس چلی آئیں اور جب رات ہو چکی اور یہ حضرات بستر پر چلے گئے،تب نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔اوران دونوں کے درمیان میں آپ بیٹھ گئے اور معلوم کیا کہ بیٹی ! کیا بات تھی جوتم آئی تھیں ؟ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں: مجھے عرض کرتے ہوئے شرم آئی،اس لئے کہہ دیا کہ سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی تھی، پھر بعد میں بتایا کہ یہ پریشانی تھی،تو آپ ﷺ نے یہ پریشانی ومشقت سن کر فرمایا کہ کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ!تم جس چیز کا مطالبہ کررہی ہو وہ تمہیں زیادہ پسند ہے یا وہ جواس سے بہتر چیز ہے؟ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں حضرت فاطمہ کی چٹکی لی اور (آہستہ سے) کہا کہ تم یہ بولو کہ خادم سے بہتر جو چیز ہے وہ پسند ہے۔غرض آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) دفعہ الحمد للہ پڑھو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔(۱)

اس میں گھریلو کام کی مشقت سن کر نبی ﷺ نے جو ذکر وتسبیح کی تعلیم دی ہے، اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جواللہ کے ذکر پر پابندی کرتا ہے،اس کو اس سے زیادہ قوت ملتی ہے جتنی کہ خادم کے کام کرنے سے ملتی ہے۔ نیز اس کا کام کرنا آسان وسہل ہوجاتا ہے۔(۲)

---

(۱) بخاری:۲/۸۰۷، فتح الباری:۱۱/۱۱۹،۱۲۱ (۲) فتح الباری:۹/۵۰۶

فصل خامس

عورت کے لئے ناپسندیدہ صفات واعمال

عورت کے لئے جس طرح بعض اعمال واوصاف پسندیدہ ہیں، اسی طرح بعض اعمال واوصاف اس کے لئے ناپسندیدہ بھی ہیں، جن سے اس کو بچنا اور پرہیز کرنا چاہئے۔

جاہلی تبرج:

قرآن پاک کے اندر عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے :

﴿وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی﴾ [احزاب۔۳۳]

(تم عورتیں قدیم جاہلی طریقہ پر (اپنی زینت) دکھاتی ہوئی نہ پھرا کرو)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی و بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کرسکتا ہے؟ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ (۱)

اس آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہوا کہ اسلام کی نظر میں عورت کا بے حیائی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کا مظاہرہ کرنا، اور باہر گھومنا پھرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

مگر افسوس کہ آج یہ جاہلی رسم وطریقہ ''فیشن'' کے نام سے پوری بے حیائیوں اور انتہائی درجہ کی بے شرمیوں کے ساتھ معاشرہ میں رواج پایا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کے اندر بھی اب یہ کوئی نئی و منکر بات نہ رہی، بے شمار خاندان ایسے ہیں جن میں اس

---

(۱) فوائد بر ترجمہ شیخ الہند: ۵۶۱

بے حیائی و بے شرمی کو تہذیب وشائستگی کا قائم مقام سمجھ لیا گیا ہے۔ مردوں اور عورتوں کا آزادنہ اختلاط، آپس میں بے شرمی و بے حیائی کا مظاہرہ اور غیر محرم کے سامنے زیب وزینت کا اظہار ایک ''فیشن'' کی حیثیت اختیار کرلیا گیا ہے، مگر معلوم ہے کہ اس کے نتائج کیا ظاہر ہورہے ہیں؟

خدا کی قسم اس کو بیان کرنے کی قوت و طاقت نہ زبان میں ہے اور نہ قلم میں ہے، لکھنے والوں نے ہمت کر کے اس پر بہت کچھ لکھا ہے نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ مغربی ویوروپی اہل قلم نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔ امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے۔

''ہماری آبادی کا اکثر و بیشتر حصہ آج کل جن حالات میں زندگی بسر کررہا ہے وہ اس قدر غیر فطری ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو دس پندرہ برس کی عمر ہی میں یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ عشق رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ نہایت افسوس ناک ہوتا ہے۔ اس قسم کی قبل از وقت صنفی دلچسپیوں سے بہت برے نتائج رونما ہوسکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں۔ ان کا کم از کم نتیجہ یہ ہے کہ نوعمر لڑکیاں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں یا کم سنی میں شادیاں کرلیتی ہیں۔ اور اگر محبت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو خودکشی کرلیتی ہیں۔ (۱)

اس افسوس ناک نتیجہ کو مزید قوت پہنچانے کے بجائے اس کی جڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

عورت کی امارت:

اسلام میں عورت کے حقوق اور حدود مرد کے حقوق وحدود کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ ہاں کم نہیں ہیں۔ حقوق کا مختلف ہونا اور بات ہے اور حقوق کا کم ہونا بالکل

---

(۱) بحوالہ پردہ: ۷۷

دوسری بات۔ مگر اکثر لوگ اپنی ناسمجھی سے ان دونوں کو ایک خیال کرتے ہیں اور اسلام پر الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کو پورے حقوق نہیں دیتا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

اسلام نے عورت کے لیے کام کا ایک دائرہ مقرر کیا ہے اور مرد کے لیے دوسرا دائرہ، عورت گھر کی ملکہ ہے، اور مرد گھر سے باہر کے امور پر دسترس رکھتا ہے۔ لہذا ان تمام کاموں کو جو عورت کے دائرہ سے خارج ہیں، اسلام ان کو عورت کے حق سے خارج قرار دیتا ہے۔ اسی میں سے عورت کی امارت اور ولایت کا مسئلہ بھی ہے۔

جمہور علماء بلکہ سبھی علماء کا اس پر ہمیشہ سے اتفاق چلا آرہا ہے کہ عورت کسی قومی وملی کام کی متولی ووالی وحاکم وسردار نہیں ہوسکتی۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جو اپنے امور کی والی عورت کو مقرر کرے۔(۱)

مگر حیرت ہے کہ آج کے دور میں خود بعض اہل اسلام بھی اس حدیث کو در خور اعتناء نہیں سمجھتے اور اب جگہ جگہ عورتیں الکشن میں حصہ لیتی نظر آرہی ہیں اور بہت سی جگہوں پر عوام الناس عورتوں کو کامیاب بنانے، ان کے حق میں ووٹ بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ عورت کو ووٹ دینا دراصل اس کو والی بنانا ہے، جو حدیث کی رو سے صراحۃً ممنوع ہے۔ اور ایسی قوم کو اللہ کے نبیؐ نے ناکام قوم قرار دیا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بعض اسلامی ممالک میں عورتیں وزیر اعظم بنی ہوئی ہیں۔ اگر وہ ناجائز تھا تو وہاں یہ کیوں کر ہوگیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں ہر طرح کے کام ہوتے ہیں، صحیح بھی اور غلط بھی، اچھے بھی اور برے بھی، اس سے اس بات پر استدلال کرنا کہ شرعاً یہ جائز ہے، اصولاً غلط اور بے موقعہ ہے اور جن اسلامی ممالک کا حوالہ اس سلسلے میں دیا جاتا ہے وہ درحقیقت اسلامی ممالک کہلانے

---

(۱) بخاری: ۲/۶۲۷۔ نسائی: ۲/۳۰۴ ترمذی: ۲/۵۲

کے مستحق ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان کو مسلم مما لک کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی ملک وہ ہے جہاں اسلامی قوانین اور شریعت کو آئین و دستور قرار دیا گیا ہو اور ان مما لک میں شریعت کو آج تک بحیثیت دستور تسلیم ہی نہیں کیا گیا تو وہاں کے کسی قانون اور طریقہ کو بطور حجت پیش کرنا سادہ لوحی اور اصول سے عدم واقفیت ہی قرار دی جاسکتی ہے۔

بے حیائی و بے پردگی:

عورت کی عمدہ صفات میں بتایا گیا ہے کہ اسکو باحیا اور باپردہ ہونا چاہئے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کے حق میں بے حیائی اور بے پردگی اچھی چیز نہیں۔ اس سلسلے کے چند احکامات سن لیجئے: قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ

﴿ وَلاَ یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ ﴾[نور: ۳۱]

(اور عورتیں اپنے پیر (زور سے) نہ ماریں تا کہ ان کی مخفی زینت ظاہر نہ ہوجائے)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت اتنی باحیا اور باپردہ ہونا چاہئے کہ اسکے پیروں کی آواز اور زیور کی جھنکار بھی مردوں کو محسوس نہ ہو۔ نیز جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی اور شرم گاہ کو محفوظ رکھیں، اسی طرح عورتوں کو بھی حکم ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (نور:۳۱)

ایک دفعہ عبداللہ بن ام مکتومؓ جو ایک نابینا صحابی تھے، نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپکے پاس اس وقت ام سلمہؓ اور میمونہؓ تھیں۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم پردہ میں چلی جاؤ، ان ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ صحابی اندھے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو اور ان کو تم نہیں دیکھ سکتیں؟ (۱)

(۱) مشکوۃ: ۲۶۹

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ عورتوں پر نگاہ نہ ڈالیں، اسی طرح عورتوں کو بھی حکم ہے کہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔

قرآن میں ہے کہ: ''اگر مرد غیر محرم عورتوں سے کچھ مانگنا چاہیں تو پردہ کی آڑ سے مانگیں''۔ (احزاب: ۵۳)

نیز فرمایا کہ: ''غیر مردوں سے نرمی کے ساتھ بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے، وہ کہیں لالچ نہ کرے''۔ (احزاب: ۳۲)

نیز حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس پر سے گذرے تو وہ ایسی اور ایسی یعنی زانیہ ہے۔ [۱]

ان ساری تعلیمات کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ عورت ہر طرح کی بے حیائی و بے پردگی سے مکمل پرہیز کرے یہی عورت کی شان اور اسی میں اس کا کمال ہے۔

مردوں سے مشابہت:

عورت کا اصل حسن و جمال اس میں ہے کہ عورت عورت رہے۔ اللہ نے عورت کو جن خوبیوں اور کمالات سے ممتاز کیا ہے، اس کا حق ہے کہ عورت اپنی ان خوبیوں و کمالات کو باقی رکھے۔ اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [۲]

افسوس کہ آج یورپ و امریکہ کی تہذیب جدید نے جہاں اور بہت سی بے حیائیوں کو جنم دیا اور پھیلایا ہے، وہیں مردوں اور عورتوں میں فرق و امتیاز کو بھی ختم

(۱) ترمذی: ۲/۱۰۷، ابوداؤد: ۲/۵۷۵، نسائی: ۲/۲۸۲ (۲) ترمذی: ۲/۱۰۶، ابوداؤد: ۲/۶۷۵، بخاری: ۲/۸۷۴، ابن ماجہ: ۱۳۷

کر دیا ہے۔ عورتیں لباس و پوشاک، وضع قطع، طرز و انداز سب چیزوں میں مردوں کی نقالی ومشابہت اختیار کرنے لگی ہیں اور اس غیر فطری روش وطریقہ کو فیشن کا نام دیکر بطور فخر اختیار کیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے ایک طرف آخرت کی تباہی وہلاکت ہے تو دوسری طرف دنیوی اعتبار سے بھی یہ نقصان دہ ہے، کیونکہ اس سے عورت کی نفسیات اور اس کی نسوانی خصوصیات متاثر ہوتی ہیں اور وہ پھر نہ مردوں میں شمار کرنے کے قابل رہتی ہے اور نہ عورتوں میں گننے کے لائق؛ کیونکہ ظاہری وضع قطع اور لباس و پوشاک اور طرز و انداز کا اثر نفسیات پر ضرور ہوتا ہے۔ اور جدید تحقیقات نے بھی اس کی تصدیق وتوثیق کی ہے؛ اس لئے عورت کو صرف عورت بن کر رہنا چاہئے۔

باریک کپڑے پہننا:

عورت کے لئے حیا و پردہ کی ضرورت واہمیت اور بے حیائی و بے پردگی کی برائی ومذمت اوپر عرض کی گئی ہے۔ اسی میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا نہ پہنے، جس سے اس کا بدن ظاہر ہو۔ حدیث میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسوقت ان کے بدن پر باریک کپڑے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ اے اسماء! عورت جب بالغ ہوجائے تو اس کو لائق نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے مگر چہرہ اور ہاتھ۔ (۱)

ایک حدیث میں بطور پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں کی دو قسم ایسی ہیں، جن کو میں نے دیکھا نہیں، یعنی میرے بعد ظاہر ہونگی، ان میں سے ایک یہ فرمایا کہ ایسی عورتیں جو کپڑے پہنی ہوں گی مگر ننگی ہوں گی۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت میں نہ داخل ہوسکیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے محسوس کی جاسکے گی۔ (۲)

(۱) ابوداؤد: ۲/۵۶۷، مشکوۃ: ۳۷۷ (۲) مسلم: ۲/۲۰۵

اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ کپڑے پہنی ہونگی، مگر ننگی ہوں گی۔ اس کا ایک مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ اتنے باریک کپڑے پہنے کہ بدن اندر سے جھلکنے لگے۔ (۱)

اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ ایسا لباس پہننے والی عورتیں جنت میں داخل نہ ہو سکیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کی پوتی حضرت حفصہؓ بنت عبد الرحمان حاضر ہوئیں اور باریک و پتلا دوپٹہ اوڑھے ہوئی تھیں، حضرت عائشہؓ نے اس دوپٹہ کو لیا اور پھاڑ ڈالا، پھر ایک موٹی اوڑھنی ان کو اڑھائی۔ (۲)

دیکھئے کہ حضرت عائشہؓ نے باریک دوپٹہ کو کتنا برا سمجھا کہ اس کو پھاڑ ڈالا اور موٹا دوپٹہ ان کو اڑھایا۔ لہذا عورت کو چاہئے کہ باریک لباس نہ پہنے جس سے بدن جھلکنے لگے۔ یہ عورت کی فطرت کے خلاف ہے۔

۞ بلا محرم سفر:

بغیر محرم کے سفر کرنا عورت کے لئے جائز نہیں، اگرچہ کوئی مقدس سفر ہی ہو جیسے حج کا سفر۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

(۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورت تین دن کا سفر نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ (۳)

(۲) دوسری حدیث میں فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ محرم کے بغیر ایک دن ایک رات کا سفر کرے۔ (۴)

---

(۱) شرح مسلم: ۲/۲۰۵ (۲) مشکوۃ: ۳۷۷ (۳) بخاری: ۱/۱۴۷، مسلم: ۱/۴۳۳، طحاوی: ۱/۳۰۲، مسند حمیدی: ۲/۴۴۰ (۴) بخاری: ۱/۱۴۸، مسلم: ۱/۴۳۴ طحاوی: ۱/۳۰۲

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور بعض روایات میں یوں ہے کہ عورت کیلئے حلال نہیں کہ بغیر محرم سفر کرے۔ (۱)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت ایک برید (یعنی بارہ میل) کا سفر نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔ (۲)

ان روایات میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے۔ کہ کسی میں عورت کو بغیر محرم سفر سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، کسی میں ایک برید یعنی بارہ میل سفر سے منع کیا ہے، بعض میں ایک دن کی مسافت سفر سے منع کیا ہے۔ بعض فقہاء نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے نہ قریب کا سفر کرسکتی ہے نہ دور کا۔ اور روایات میں جو مختلف باتیں ہیں، یہ سوال کرنے والوں کے لحاظ سے ہیں کہ کسی نے تین دن کا سوال کیا، کسی نے ایک دن کا اور کسی نے ایک برید کا، تو جو سوال تھا اس کے مطابق جواب دیا گیا، لہذا عورت کو بغیر محرم نہ دور کا سفر جائز ہے، نہ قریب کا، بعض نے روایات مذکورہ میں ترجیحی عمل سے کام لیا ہے اور اس میں بھی فقہاء کے مختلف نظریات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور پرفتن میں جہاں ایک طرف شرم وحیا کی چادر کو تار تار کردیا گیا ہے اور دوسری طرف فحش لٹریچر، گندے ناول، حیاء سوز پوسٹر، ٹی وی کے شرمناک مناظر اور دیگر عوامل نے شہوت کی بھٹی ہر طرف بھڑکا رکھی ہے۔ عورت کیلئے اسی میں عافیت و خیریت ہے کہ وہ نہ بڑا سفر بغیر محرم کے کرے نہ چھوٹا، اور حضور اقدس ﷺ کی تعلیم کا منشا بھی بظاہر یہی ہے کہ عورت عافیت وخیریت میں رہے اور اس کی عزت، عفت و عصمت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

---

(۱) طحاوی: ۱/۳۰۱، مسلم: ۱/۴۳۴، حمیدی: ۱/۲۲۲ (۲) طحاوی: ۱/۳۰۲

آرائش وزیبائش میں حدود سے تجاوز:

آرائش وزیبائش اور بناؤ سنگار، حسن و جمال کے لوازمات میں سے ہے اور عورت جو کہ سراپا جمال ہے، اس کی فطرت میں داخل ہے؛ اس لئے شریعت نے عورت کو بناؤ سنگار کی اجازت ہی نہیں، بلکہ ترغیب بھی دی ہے۔ مثلاً:

(۱) عورت کو مہندی سے اپنے ہاتھوں کو زینت دینے کی اجازت و ترغیب حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے بیعت کے لئے اللہ کے نبی علیہ السلام کی طرف ہاتھ بڑھایا تو فرمایا کہ اپنی ہتھیلیوں کو جب تک (مہندی سے) نہ بدلوگی، میں بیعت نہ کروں گا، اور ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے اپنے ہاتھ سے ایک خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور فرمایا کہ مجھے کیا پتہ کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس عورت نے عرض کیا کہ عورت کا ہاتھ ہے، فرمایا کہ اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو (مہندی سے) رنگ دیتی۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو مہندی سے اپنے ہاتھوں کو زینت دینا مستحب و پسندیدہ امر ہے اور اس کی تعلیم و ترغیب دی گئی ہے۔

(۲) ریشمی لباس و پوشاک اور سونے کے زیورات مردوں کیلئے حرام و ناجائز قرار دیئے گئے، مگر عورت کو اس کے ذریعہ زینت اختیار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ چنانچہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی میری امت کی عورتوں کیلئے ریشم اور سونا حلال کیا اور مردوں پر حرام کیا ہے۔(۲)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہے۔(۳)

---

(۱) ابوداؤد:۲:۴۷۵،نسائی:۲:۲۷۹ (۲) نسائی:۲:۲۹۳ (۳) ترمذی:۱:۳۰۲،ابن ماجہ:۲۵۷، طحاوی:۲:۲۸۸

(۳) کانوں میں اور گلے میں، ہاتھوں اور پیروں میں زیورات سے اپنے کو آراستہ کرنے کی اجازت دی گئی، اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابیات میں اس کا رواج موجود تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک عید کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے نمازِ عید کے بعد عورتوں میں جا کر وعظ فرمایا اور اس میں صدقہ کی فضیلت بیان کی اور اس کا حکم دیا تو عورتیں اپنے کانوں سے قرط (بالیاں) اور گلوں سے ہار، ہاتھوں سے انگوٹھیاں اور پیروں سے چھلے نکال کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے کہ دو عورتیں اللہ کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تم ان کی زکوۃ دیتی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں، تو فرمایا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو فرمایا کہ ان کی زکوۃ ادا کرتی رہو۔ (۲)

اور امام بخاری تعلیقاً اور ابن سعد نے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔ (۳)

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک مرتبہ چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ (۴)

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی چاندی کے پازیب تھے جن کو استعمال فرماتی تھیں۔ (۵)

ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عورت کو زیب و زینت کے

---

(۱) بخاری: ۲/۸۷۳، ۲/۹۷۴، نسائی: ۱/۲۳۵، ابن ماجہ: ۹۱ (۲) ترمذی: ۱/۱۳۸

(۳) بخاری: ۲/۸۷۳، فتح الباری: ۱۰/۳۳۰ (۴) ابوداؤد: ۱/۲۱۸ (۵) ابوداؤد: ۱/۲۱۸

اختیار کرنے کی اجازت وترغیب دی ہے۔مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ آرائش وزیبائش میں حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ غیر شرعی زیبائش وآرائش سے بچنا چاہئے۔چنانچہ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدن کو گودنے والی اور دانتوں کو چھیدنے والی اور خداداد صورت میں تغیر کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے۔اور میں کیوں ان پر لعنت نہ کروں جن پر حضرت رسولِ خدا ﷺ نے لعنت کی ہے۔(۱)

(۲) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بال میں دوسروں کے (بال جوڑنے والی) اور جڑوانے والی اور بدن گودھنے والی اور گدھوانے والی پر لعنت کی ہے۔(۲)

(۳) حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! میری بیٹی کے چیچک نکلی تھی، جس سے اس کے بال جھڑ گئے اور میں نے اس کی شادی کردی تو کیا میں اس کے بالوں میں دوسرے بال جوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے بالوں میں جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔(۳)

(۴) حضرت امیر معاویہؓ اپنے آخری سفرِ حج کے دوران مدینہ تشریف لائے اور وہاں خطبہ دیا۔آپ نے ایک سپاہی سے (جو آپ کا محافظ تھا) بالوں کا ایک گچھا لیا۔اور فرمایا کہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی لیے ہلاک ہوئے (کہ ان کی عورتوں نے بالوں میں بال ملانے کو) اختیار کیا تھا۔ایک روایت میں ہے

---

(۱) بخاری:۸۷۹/۲،نسائی:۲۹۲/۲، مسلم:۲۰۴/۲،ابوداؤد:۵۷۴/۲ (۲) بخاری:۸۷۹/۲،ترمذی: ۳۰۶/۱، ابوداؤد: ۵۷۴/۲، نسائی: ۲۹۲/۴، مسلم: ۲۰۴/۲ (۳) مسند حمیدی: ۲۵۳/۱، بخاری: ۸۷۹/۲، مسلم:۲۰۴/۲،نسائی:۲۹۲/۲

کہ انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال یہ تھا کہ یہ کام (بالوں میں بال ملانا) سوائے یہود کے کوئی نہیں کرتا۔حضور اکرم ﷺ نے اس کو جھوٹ اور دھوکہ قرار دیا ہے۔(۱)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل دوزخ کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا (یعنی آئندہ پیدا ہوں گی) ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو کپڑے پہنی ہوں گی، مگر ننگی ہوں گی۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گے، حالاں کہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے محسوس کی جاسکے گی۔(۲)

ان احادیث میں چند مسائل ہیں ہم ان کی توضیح و تفصیل یہاں پیش کریں گے۔

بدن گودنا یا گدھوانا:

بدن گودنا یا گدھوانا حرام ہے اور جاہلیت کے دور کی رسم ہے۔ اس کو عربی میں وشم کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہتھیلی کی پشت پر یا کلائی یا بازو یا مونڈھے وغیرہ پر سوئی سے نقش بنا کر اس میں سرمہ یا نورہ بھر دیتے ہیں۔ جس سے وہ نقش ابھر کر دکھائی دیتا ہے، کبھی اس نقشہ میں کوئی پھول یا کسی جانور کی شکل بناتے ہیں۔ ہندوؤں میں اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ اسلام میں یہ حرام ہے۔ گودھنے والی اور گدھوانے والی دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔ ہاں اگر چھوٹی بچی کو اس کے ذمہ دار گودھوائیں تو یہ ذمہ دار گنہ گار ہوں گے، بچی پر گناہ نہ ہوگا اور چوں کہ اس میں خون باہر آنے کے بعد وہیں سوراخوں میں جم جاتا ہے۔ لہٰذا علماء نے فرمایا کہ وہ بدن کا حصہ ناپاک ہوجاتا ہے

(۱) بخاری:۲/۸۷۸، مسلم:۲/۲۰۵، ابوداؤد:۲/۵۷۴ (۲) مسلم:۲/۲۰۵

اس کو زائل کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ بلا حرج وتکلیف اس کو ضائع کیا جا سکے۔ (۱)

غرض یہ کہ زیب وزینت کی یہ صورت قطعی اسلام میں حرام اور ناجائز ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔

بال نوچنا:

دوسری چیز جس سے ان احادیث میں ممانعت کی گئی ہے وہ ہے بال نوچنا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ زینت وخوبصورتی کے لیے اپنی بھنویں بنائیں اور اس کے بال نوچیں۔ اسی طرح چہرے کے اطراف اور سر کے کناروں کے بال نوچیں یہ بھی حرام ہے۔ البتہ عورت کے داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کو زائل کرنے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام ابن جریر نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

مگر جمہور علماء نے فرمایا کہ داڑھی اور مونچھ کو نوچ کر نکال دینا عورت کے لیے مستحب ہے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو عورتوں میں بالوں کو کاٹنے اور بھنویں بنانے کا رواج ہے، وہ اس حدیث کی رو سے صریح ناجائز ہے۔

بالوں میں بال ملانا:

تیسری چیز ان احادیث میں وصل شعر ہے۔ یعنی بالوں میں بال ملانا۔ یہ بھی حرام اور ناجائز ہے اور اس میں اتنی سختی برتی گئی ہے کہ چیچک کی وجہ سے ایک لڑکی کے بال جھڑ جانے پر بھی اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ بال میں بال ملائے جائیں۔ جب کہ اس لڑکی کی شادی بھی ہوئی تھی اور شوہر کے لیے زیب وزینت کے لیے ضرورت بھی تھی جیسا کہ حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے۔

---

(۱) فتح الباری: ۱۰/۳۷۲، شرح مسلم نووی: ۲/۲۰۵ (۲) ایضاً

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اپنے بالوں میں اضافہ کے لیے خواہ بال استعمال کریں یا اور کوئی چیز سب حرام و ناجائز ہے جیسے دھاگے، ریشم، صوف وغیرہ کے بنے ہوئے کھبے ہوتے ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کی دلیل مسلم کی روایت کردہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زجر و منع کیا کہ عورت اپنے بالوں میں کوئی چیز بھی ملائے۔ (۱)

چوں کہ اس حدیث میں بالوں میں کسی بھی چیز کو ملانے سے منع فرمایا گیا ہے لہٰذا جمہور علماء نے اس بات کو ناجائز قرار دیا کہ عورت اپنے بالوں میں ریشم، صوف، نیلون وغیرہ کسی بھی چیز کو ملائے اور بالوں کو بڑھائے۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ عورت اس سے پرہیز کرے۔

البتہ بعض علماء و بہت سے فقہاء نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ بالوں میں کسی انسان کے بال ملانا تو حرام و ناجائز ہے، لیکن دوسری کسی چیز سے اپنے بالوں میں اضافہ کرنا ناجائز نہیں ہے۔ اور ان کی دلیل حضرت سعید بن جبیرؓ کا یہ قول ہے کہ

" **لاباس بالقرامل**" کہ قرامل میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں ہے۔

اس قول کو امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (۲)

قرامل قرمل کی جمع ہے اور یہ ایک قسم کی گھاس کو کہتے ہیں جس میں لمبی لمبی بالیاں ہوتی ہیں اور یہاں اس سے مراد ریشم یا صوف وغیرہ کے دھاگے ہیں، جن کو عورتیں اپنے بالوں میں لگا کر چوٹیاں بناتیں ہیں۔ (۳)

اس قول کے پیش نظر بعض علماء و فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے بالوں میں بال تو نہیں ملا سکتی مگر صوف، ریشم وغیرہ کے بنے ہوئے کھبے استعمال کر سکتی ہے۔ امام احمد کا یہی قول ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنے سنن میں نقل کیا ہے۔ (۴)

اور امام ابوحنیفہ اور علمائے حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ بالوں کے علاوہ کوئی

(۱) مسلم: ۲/۲۰۴ (۲) فتح الباری: ۱۰/۳۷۵ (۳) فتح الباری: ۱۰/۳۷۵ (۴) ابودؤد ۲/۵۷۴

اور مصنوعی چیز بالوں میں ملانے اورلگانے کی اجازت ہے ۔چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ:

"لاباس ان تتصل المرأةشعرها بالصوف انماينهى بالشعر."

ترجمہ:اس میں حرج نہیں کہ عورت اپنے بال کوصوف میں ملائے ممنوع تو بال سے ملانا ہے۔(۱)

اس کونقل کرکے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسی کوہم لیتے ہیں اوریہی امام ابوحنیفہؒ کاقول ہے ۔اس سے واضح ہوا کہ عورت کوزینت کے لیے اپنے بالوں میں بال ملانے کی تواجازت نہیں ہے ،البتہ کوئی اور چیز ملائے تودرست اور جائز ہے۔ اور جوعورتوں میں مشہور ہے کہ عورت اپنے ہی بال جماکرکے اس کی چوٹی بنائے اورلگالےتو جائز ہے، یہ صحیح نہیں۔فقہاء نے تصریح ہے کہ عورت خواہ اپنے بال بالوں میں ملائے یاغیر کے، ہردوصورتیں حرام اورناجائز ہیں۔(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اکثرعلماء کے نزدیک عورت کا اپنے بالوں میں کسی بھی چیزکوجوڑناناجائز ہے ۔اوربعض ائمہ جیسے ابوحنیفہ اورامام محمدوغیرہ بالوں کے سواکسی اورچیزکااستعمال کیاجائے تواس کوجائز قراردیتے ہیں،اوربال خواہ اسی کے ہوں یاکسی اورکے،بہرحال ان کاملانااورجوڑناناجائزہے۔

دانتوں کے درمیان جگہ بنانا:

ان احادیث میں اس بات سے بھی ممانعت آئی ہے کہ عورت دانتوں کے درمیان فاصلہ اورجگہ بنائے۔عربی میں اس کوفلج کہتے ہیں۔جس کے اصل معنی ہیں دوچیزوں کے درمیان فاصلہ کرنااوریہاں مراد دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنا ہے،

(۱)جامع المسانید:۲/۳۰۷،کتاب الآثار:۱۹۷(۲)(عالمگیری:۵/۳۵۸، درمختارمع شامی:۶/۳۷۳

تا کہ حسن پیدا ہو، یہ بھی حرام ہے؛ کیونکہ اس میں اللہ کی تخلیق میں تغیر وتبدیلی لازم آتی ہے۔اسی لیے اس جگہ حدیث میں آگے یہ بھی مذکور ہے "**المغیرات خلق اللّٰہ**"(یعنی جوعورتیں کہ اللہ کی خلقت و بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی ہیں)اس جملہ میں اشارہ ہے اس فعل کے ممنوع ہونے کی طرف،اورقرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنا شیطانی فعل اورحرکت ہے۔(نساء:۱۱۹)

غرض یہ کہ حسن وخوبصورتی کی خاطر اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کی اجازت نہیں،البتہ علاج کے لیے یا دانتوں میں کسی عیب کے ازالہ کے لیے اس قسم کے کام کی ضرورت پڑے تو علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔(۱)

سر پر چونڈا بنانا:

آخری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بطور پیشن گوئی فرمایا کہ ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی ۔اس کی تفصیل وتشریح پہلے گزر چکی ہے اوران کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے۔بختی اونٹ اونٹوں کی قسموں میں سے ایک خاص قسم ہے جس کے کوہان بڑے بڑے ہوتے ہیں ۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنے سروں کو عمامہ، کپڑا وغیرہ باندھ کر بنائیں گی۔اس کی ممانعت کی گئی ہے۔(۲)

اورقرطبی نے فرمایا کہ اس میں ان عورتوں کے سروں کو اونٹ کے کوہان سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ اپنی چوٹیوں کو اٹھا کر اپنے سروں کے اوپر باندھے گی تا کہ زینت ہو۔(۳)

یہ وہی صورت ہے جس کو یہاں کے عرف میں ''چونڈا'' کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جائز نہیں ہے۔اوراس میں ان عورتوں کو وعید سنائی گئی ہیں

(۱)شرح مسلم:۲۰۵/۲۰،مرقات:۲۹۵/۷،فتح الباری:۱۰(۲)شرح مسلم:۲۰۵/۲
(۳)فتح الباری:۳۷۵/۱۰

جو اپنے سروں پر چونڈا باندھتی ہیں کہ وہ عورتیں جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گی چہ جائیکہ جنت میں داخل ہوں۔

سر کھلا رکھنا:

آج کل سر کھلا رکھنا اور بے پردہ رہنا عورتوں کا فیشن بن گیا ہے اور عورتیں اس کو بھی زینت کا لازمہ سمجھتی ہیں۔ حالاں کہ غیر محرم کے سامنے سر کھولنا بے حیائی کی بات ہے۔ اور یہ پردہ میں داخل ہے کہ سر اور بالوں کو غیر محرم سے چھپائیں۔

علامہ ذہبیؒ نے الکبائر میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ و فاطمہؓ دونوں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ زار و قطار رو رہے تھے، ان حضرات نے آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ معراج کی رات میں نے اپنی امت کی عورتوں کو دیکھا جو مختلف قسم کے عذاب میں گرفتار تھیں۔ لہٰذا اس کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کو بالوں میں باندھ کر لٹکایا گیا ہے اور اس کا دماغ پک رہا ہے اور ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی زبان سے باندھ کر لٹکا دیا گیا ہے اور اس کے حلق میں گرم گرم پانی ڈالا جا رہا ہے اور ایک عورت کو دیکھا، جس کے پیر اس کی چھاتیوں سے باندھ دیئے گئے ہیں اور ہاتھ سر پر باندھ دیئے گئے ہیں۔ اور ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی چھاتیوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا ہے۔ اور ایک عورت ایسی ہے کہ اس کا سر خنزیر جیسا، بدن گدھے جیسا ہے اور ہزاروں قسم کا عذاب ہو رہا ہے۔ اور ایک عورت کو دیکھا کتے کی شکل پر ہے اور آگ اس کے منہ میں داخل ہو کر پاخانہ کی راہ سے نکل رہی ہے اور فرشتے اس کے سر پر آگ کے گرزوں سے مار رہے ہیں، پھر تفصیل سے ان عورتوں کی وہ برائیاں بیان فرمائیں جن کی وجہ سے ان کو یہ عذاب ہو رہا تھا کہ پہلی عورت مردوں سے اپنے بال چھپاتی نہ تھی۔ دوسری شوہر پر زبان درازی کرتی تھی۔ تیسری پاکی کا اہتمام نہ کرتی تھی اور نماز کا مذاق اڑاتی تھی۔ چوتھی

زانیہ تھی۔ پانچویں جھوٹی اور چغل خور تھی۔ چھٹی حسد کرتی تھی۔(۱)

اس حدیث سے بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سر کھلا رکھنا عورت کے لیے معیوب بات ہے۔

فصل سادس
عورت اور ازدواجی زندگی

اللہ تعالی نے اپنی قدرت قاہرہ و حکمت بالغہ سے انسان کی دو صنفیں ''مرد وعورت'' بنا کر ایک دوسرے کیلئے سامان راحت و لذت اور ذریعۂ تسکین و طمانیت پیدا فرما دیا جس سے دنیا کا یہ پورا نظام ایک خاص انداز پر چل رہا ہے۔اور اس کی وجہ سے انسانوں کی آبادی کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَ ةٍوَخَلَقَ مِنْھَازَوْجَھَاوَبَثَّ مِنْھُمَارِجَالاً کَثِیْرًاوَّنِسَاءً وَاتَّقُوْااللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً.﴾ (نساء۔۱)

ترجمہ: اے لوگو؛ اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالی سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو، بالیقین اللہ تعالی تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔(۲)

پھر مرد وعورت کو ایک دوسرے کا جوڑا بنا کر ان میں محبت ومودت اور رأفت ورحمت کے عجیب جذبات پیدا فرما دیے، جو بلاشبہ اللہ تعالے کی قدرت کا ایک عظیم

(۱) الکبائر:۸۔۱۷۸ (۲) ترجمہ از تھانوی

کارنامہ اور شاہکار ہے جیسا کہ خود اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةًوَّرَحْمَةً اِنَّ فِي ذَالِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [روم:۲۱]

(اور (اللہ کی قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت ڈالدی بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں)

غرض یہ کہ اللہ تعالے نے مرد وعورت کے درمیان زوجیت کا رشتہ قائم کر کے انہیں ایک نئی زندگی سے وابستہ کر دیا جو تفرد وتجرد کی زندگی سے بہت مختلف ہے۔ لہٰذا اس زندگی میں مرد وعورت پر کچھ ذمہ داریاں ہیں، کچھ حقوق، کچھ آداب عائد ہوتے ہیں، جنکی رعایت و پابندی اور حفاظت و پاسداری کے بغیر ازدواجی زندگی کا حقیقی لطف اٹھایا نہیں جاسکتا، مگر یہاں اسوقت ہمارے پیش نظر چونکہ عورت کا کردار پیش کرنا ہے، اس لیے ہم صرف عورت سے متعلق ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو اسکی ازدواجی زندگی کے بنانے، سنوارنے اور اسلام کے موافق گذارنے میں مفید وثمر آور ونتیجہ خیز ہیں۔

شوہر کی عظمت وعزت :

شادی کے بعد سب سے پہلے جس ذات سے عورت کو وابستگی وتعلق ہوتا ہے وہ شوہر ہے اور یہ رشتہ وتعلق جس طرح مضبوط ومستحکم ہوتا ہے، اسی قدر نازک بھی ہوتا ہے، لہٰذا اسکو نباہنا اور قائم رکھنا کچھ اصول وآداب کا تقاضا کرتا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت شوہر کی تعظیم وتکریم کرے اور اسکو اپنا بڑا خیال کرے اور اسکی عظمت وحرمت کا پاس رکھے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالے نے فرمایا کہ:

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾[نساء:۳۴]

(مرد عورتوں پر حاکم ہیں)

اس آیت میں شوہر کی عظمت وحرمت بیان کی گئی ہے کہ وہ عورت پر حاکم اور اسکا قوام وقیم ہوتا ہے۔حدیث میں ہے کہ یہ آیت سعد ابن ربیعؓ کی عورت حبیبہؓ بنت زیدؓ کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ سعد نے اپنی بیوی کو اسکی نافرمانی پر ایک طمانچہ رسید کیا اور اسکے والد نے اللہ کے رسول علیہ السلام سے شکایت کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تو بھی اپنے شوہر کے ایک طمانچہ لگا کر بدلہ لے لے، جب یہ باپ اور بیٹی بدلہ لینے کیلئے چلے تو اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے، آپ نے ان سے فرمایا کہ ارے واپس آجاؤ، یہ دیکھو جبرئیل میرے پاس آئے ہیں۔آیت سنا کر اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے ایک ارادہ کیا اور اللہ نے دوسرا ارادہ کیا۔(ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا) میں نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے جو ارادہ کیا وہی خیر ہے۔(۱)

اس آیت اور اسکے شان نزول سے معلوم ہوا کہ مرد (شوہر) کا اللہ اور اسکے رسول کی نظر میں کیا مقام ومرتبہ ہے اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کیلئے میں سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے بوجہ اس حق کے جو اللہ نے ان مردوں کا عورتوں پر رکھا ہے۔(۲)

اندازہ کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کا کتنا اونچا مقام ومرتبہ بتایا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کیلئے سجدہ کی اجازت ہوتی تو عورت کو حکم ہوتا کہ مرد کو سجدہ کرے۔ لہٰذا عورت کو چاہئے کہ وہ مرد کی عزت وعظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکے ساتھ زندگی گذارے.آج کی عورتوں نے یورپ وامریکہ کی تقلید میں شوہر کی عظمت وحرمت کا

(۱) قرطبی:۱۶۸/۵، روح المعانی:۲۳/۵ (۲) ابوداؤد:۲۹۱/۱، ترمذی:۲۱۹/۱، ابن ماجہ:۱۳۳

پاس وخیال ہی چھوڑ دیا ہے۔ اور مساوات کا کھوکلا نعرہ لگا کر اسلام کی اس تعلیم کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے، مگر یاد رکھو کہ اسلام سے زیادہ مساوات کا سبق دینے والا کوئی نہیں ہوسکتا (جیسا کہ اس سے قبل بھی تفصیلاً عرض کیا گیا ہے) مگر مساوات کا یہ مطلب لینا بالکل عقل وفطرت کے خلاف ہے کہ کسی کی عظمت وحرمت کا پاس وخیال نہ رکھا جائے۔ کیا کوئی شخص تمام انسانوں کے بحیثیت انسان مساوی ہونے کا یہ مطلب نکال سکتا ہے کہ کوئی بڑا اور چھوٹا نہیں، باپ اور بیٹے کا ہر اعتبار سے ایک ہی مرتبہ ہے، استاذ وشاگرد میں کوئی تفاضل نہیں اور حاکم ورعایا سب ایک ہی مرتبہ کے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ مساوات کا معنی ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اسی طرح مرد وعورت کی مساوات کا یہ مطلب نہیں اور نہ ہوسکتا ہے کہ دونوں میں کسی بھی اعتبار سے فرق نہیں اور شوہر کو کسی اعتبار سے بھی تفوق حاصل نہیں۔

غرض یہ کہ اسلام میں شوہر کو ایک عظمت وبلندی مرتبہ حاصل ہے اور عورت پر لازم ہے کہ اسکا لحاظ رکھے. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اے عورتو! اگر تمکو معلوم ہوجائے کہ تمہارے مردوں کا تم پر کیا حق ہے تو تم اپنے شوہر کے قدموں کی غبار ودھول کو اپنے گالوں سے صاف کروگی۔ (۱)

ایک حدیث میں جس کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور احمد ونسائی نے روایت کیا ہے، آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔ (۲)

❁ شوہر کی اطاعت وخدمت:

عورت کے کمال وخوبی میں سے اسلام نے شوہر کی اطاعت وخدمت کو بھی شمار کیا ہے اور اسکو عورت پر لازم بھی قرار دیا ہے اور جو عورت شوہر کی اطاعت نہ

(۱) الکبائر: ۱۷۴ (۲) فتح الباری: ۱۰/۴۰۲

کرے اس کیلئے سخت وعید بھی بیان کی گئی.

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھے۔اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔(۱)

اس حدیث میں شوہر کی اطاعت کرنے والی عورت کو خوشخبری سنائی گئی ہے کہ وہ ضرور جنت میں جائیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔اس میں اشارہ ہے کہ اسکو کوئی چیز دخول جنت سے مانع نہ ہوگی اور جلد سے جلد جنت میں پہنچ جائیگی۔(۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھی عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عورت جو اپنے شوہر کو خوش کردے جب وہ اسکو دیکھے اور وہ اسکی فرمانبرداری کرے جب وہ کوئی حکم دے اور اسکے خلاف نہ کرے، نہ اپنے نفس میں، نہ اپنے مال میں جسکو وہ ناپسند کرے۔(۳)

اس حدیث نے بہترین عورت کی صفات وخصوصیات میں تین چیزوں کو بیان کیا ہے .

(۱) جب شوہر اسکو دیکھے تو اسکو خوش کردے:

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جب مرد عورت کی بشاشت وچستی اور حسن اخلاق اور حسن معاشرت کو دیکھے تو خوش ہوجائے۔اور اگر اسکے ساتھ ساتھ حسن صورت بھی جمع ہوجائے تو وہ نور علی نور اور سرور علی سرور ہے۔(۴)

(۲) جب حکم دے تو اطاعت کرے:

اس سے مراد وہ حکم ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو، اگر کوئی مرد شریعت کے

(۱) مشکوٰۃ:۲۸۱ (۲) مرقات:۲۷۸/۶ (۳) نسائی:۲/۱۷، مشکوٰۃ:۲۸۳ (۴) مرقات:۲۷۸/۶

خلاف حکم دے مثلاً یہ کہے کہ بے پردہ میرے ساتھ چلو تو اسکی بات ماننا جائز نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرما دیا ہے:

"لاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ"

(اللہ کی معصیت و نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں)

پس اگر شوہر خلاف شریعت حکم نہ دے بلکہ مباح و جائز کام کا حکم دے تو عورت کی خوبی یہ ہے کہ وہ اسکو انجام دے۔

(۳) اپنے نفس و مال میں اسکی مرضی کے خلاف کوئی تصرف نہ کرے:

نفس میں تصرف سے مراد یہ ہے کہ اسکی مرضی و اجازت کے بغیر کسی جگہ آئے جائے، کسی سے ملنے وغیرہ اور مال سے مراد وہ مال ہے جو مرد نے ضروریات زندگی کیلئے عورت کو دیا ہے۔ اس میں اسکی مرضی و اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ مال سے عورت کا مال مراد ہے۔ اس صورت پر عورت کو اپنے مال میں بھی بغیر شوہر کی مرضی کے تصرف نہ کرنا چاہئے۔ بہترین عورت کا یہی کردار ہوتا ہے۔(۱)

حضرت حصین بن محصن ؓ نے اپنے ایک پھوپی سے روایت کیا ہے (جو کہ صحابیہ ہیں) کہ انہوں فرمایا کہ میں ایک حاجت و ضرورت کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ اے عورت! کیا تو شوہر والی ہے؟ میں نے کہا ہاں؛ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس سے الگ تو کہاں آ گئی؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوتاہی نہیں کرتی مگر جبکہ مجبور ہو جاتی ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ دیکھ لے کہ تو کہاں آ گئی؟ وہ (شوہر) ہی تیری جنت یا دوزخ ہے۔(۲)

اس حدیث میں شوہر کی رضا و اجازت کے بغیر عورت کے باہر جانے پر اللہ کے رسول ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ اور آخر میں یہ فرمایا کہ شوہر یا تو تیری

(۱) مرقات: ۶/ ۲۷۸، مرقات سے مال کی دونوں تفسیر نقل کی گئی ہیں (۲) مسند حمیدی: ۱/ ۱۷۲

جنت ہے یا جہنم۔یعنی اگر اسکی اطاعت وخدمت کرے گی تو جنت ملے گی ورنہ جہنم۔

حضرت عائشہؓ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر شوہر عورت کو حکم دے کہ پیلے پہاڑ سے پتھر اٹھا کر کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف منتقل کرے، تو اسکو چاہئے کہ ایسا ہی کرے، ابن ماجہ میں لال پہاڑ اور کالے پہاڑ کا ذکر ہے(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے عورت کو ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے خواہ وہ مشکل سے مشکل کام کیوں نہ ہو۔اس سے اطاعت کی اہمیت بتانا مقصود ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن عورت سے سب سے پہلے جس بات کا سوال ہوگا وہ اسکی نماز اور اسکے شوہر کے بارے میں ہوگا.(۲)

یعنی یہ سوال ہوگا کہ شوہر کی اطاعت وخدمت کی یا نہیں؟ اب سوچ لیا جائے کہ مرد کی اطاعت وفرمانبرداری اور خدمت کتنی ضروری ہے۔

شوہر کی رضا وخوشی کا اہتمام:

از دواجی زندگی میں شوہر کی مرضی وخوشی کا اہتمام اور اسکی ناراضی وناخوشی سے بچنے کا التزام بھی عورت کے اہم ترین فرائض میں داخل ہے۔اور اسکے خلاف کرنا اسکے لئے اللہ کے غضب وغصہ کا باعث وسبب ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اس حال میں مرے کے اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔(۳)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی رضا وخوشی، عورت کو جنت میں لے

(۱) مشکوۃ:۲۸۳، ابن ماجہ:۱۳۳ (۲) الکبائر:۱۷۳ (۳) ابن ماجہ:۳۳۳، ترمذی:۲۱۹/۱

جاتی ہے۔اس سے شوہر کی رضاوخوشی کے حاصل کرنے کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوئی۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ انکی کوئی نیکی (آسمان کی طرف) چڑھتی ہے۔ایک وہ غلام جو بھاگ گیا ہو جب تک وہ اپنے آقا کی طرف لوٹ کر نہ آئے اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں نہ دیدے۔(یعنی اطاعت کرے) دوسرے وہ عورت جس پر اس کا خاوند ناراض ہو، تیسرے شرابی جب تک کہ نشہ اسکا نہ اترے.(۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شوہر کی ناراضی سے اللہ بھی ناراض ہوتے ہیں اور اس عورت کی نمازوں کو رد فرما دیتے ہیں۔ جو شوہر کو ناراض کرتی ہے، مگر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مراد وہ ناراضی ہے جو شرع کے موافق ہو۔اگر شوہر اس لئے ناراض ہوتا ہے کہ عورت اللہ کے حکموں پر چلتی ہے تو اس کی یہ ناراضی حدود شرع سے متجاوز ہونے کی بنا پر اسکا اعتبار نہ ہوگا۔ہاں نوافل ومستحبات کے ادا کرنے میں عورت کو چاہئے کہ شوہر کی رضا کا لحاظ رکھے .مثلاً نفل نماز پڑھنے یا نفل روزہ رکھنے سے شوہر کے حقوق میں کوتاہی لازم آتی ہے تو عورت کو نفل نماز و نفل روزہ کی اجازت نہ ہوگی، مگر یہ کہ شوہر اجازت دیدے تو پھر ویسا ہی کرے۔ چنانچہ

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لیے حلال و جائز نہیں کہ وہ روزہ رکھے جبکہ اس کا شوہر موجود ہو، مگر اس کی اجازت سے (رکھ سکتی ہے)(۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت رمضان کے سوا کوئی اور روزہ نہ رکھے، جب اس کا خاوند موجود ہو مگر یہ کہ اسکی اجازت ہو۔(تو پھر جائز ہے)(۳)

---

(۱) مشکوۃ:۲۸۳ (۲) بخاری:۷۸۲/۲ (۳) ابوداؤد:۳۳۳/۱، ترمذی:۱۶۳/۱، ابن ماجہ:۱۲۶، دارمی:۱۲/۲

(۳) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر صفوان بن معطل، میں نماز پڑھتی ہوتو مارتے ہیں اور روزہ رکھتی ہوں تو روزہ تڑوا دیتے ہیں اور خود فجر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک کہ سورج نہیں نکل جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت صفوان اس وقت وہیں مجلس میں موجود تھے، نبی کریم ﷺ نے ان سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جو اس عورت نے کہا تھا، حضرت صفوان نے وضاحت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے جو یہ کہا کہ نماز پڑھنے پر مارتا ہوں تو بات یہ ہے کہ یہ دو دو سورتیں (نماز میں) پڑھتی ہے اور میں نے اس سے اسکو منع کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک سورت ہوتو کافی ہے۔ صفوان نے کہا کہ اس نے جو یہ کہا کہ میں اسکا روزہ تڑوا دیتا ہوں تو بات یہ ہے کہ یہ مسلسل روزے رکھتی چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کرسکتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ پھر صفوان نے عرض کیا کہ اور یہ بات کہ میں نماز فجر سورج نکلنے تک نہیں پڑھتا۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم بیوی بچے والے ہیں (رات میں ضرورت کے لئے کام کرتے ہیں) لہٰذا سورج نکلنے سے پہلے اٹھ نہیں پاتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بیدار ہوں نماز پڑھ لو۔(۱)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفل روزہ شوہر کی مرضی و اجازت کے بغیر رکھنا اچھا نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نوافل پر نوافل یا لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا جس سے شوہر کی خدمت میں خلل و کوتاہی ہو، اچھا نہیں۔ غرض یہ کہ شوہر کی رضا و خوشی کا ہر جگہ اور ہر وقت لحاظ و خیال رکھنا عورت پر لازم ہے۔

---

(۱) ابوداؤد: ۱/۳۲۳

ایک تنبیہ:

مگر ایک بات ذہن میں رہے کہ یہ شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی رضا وخوشی کا اہتمام وخیال صرف اس موقعہ پرضروری اور لازم ہے جبکہ اس سے خدا کی نافرمانی اور ناراضی لازم نہ آتی ہو۔ اگر شوہر ایسی بات کا حکم دے جس سے خدا کی نافرمانی لازم آتی ہو، یا اسکی ناراضی پر مشتمل ہو، تو وہاں ہرگز شوہر کی بات نہیں مانی جائیگی ۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی لڑکی کی شادی کی، پس اس کے سر کے بال گرنے لگے، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے بالوں میں دوسرے بال ملاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ؛بال میں بال ملانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (۱)

دیکھئے اس حدیث نے صاف بتادیا کہ جو بات خلاف شرع ہو اس میں شوہر کی بات نہیں مانی جائیگی۔

شوہر کی ناشکری سے پرہیز:

عام طور پر عورتوں میں ایک بیماری یہ ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ مال وپیسہ ملے، عمدہ کھانے وبہترین کپڑے ملیں، راحت وآسائش کا پورا سامان میسر ہو، مگر ذراسی بات خلاف شرع پیش آجائے تو بلاجھجک یہ کہہ دیتی ہیں کہ اس گھر میں میں نے کبھی راحت نہیں پائی ، یہاں مجھے کوئی سکون نہیں چنانچہ اس زودرنجی اور ناشکری کا حدیث میں ذکر آیا ہے اور اس پر نبی کریم ﷺ نے وعید سنائی ہے۔

ان احادیث کو بغور ملاحظہ کریں اور اپنے حالات پر بھی غور کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

---

(۱) بخاری:۲/۸۴۷

''میں نے دوزخ کو دیکھا اس میں اکثر عورتیں تھیں، صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ کس وجہ سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کی ناشکری کرنے کی وجہ سے ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا کہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کو جھٹلاتی ہیں۔ اگر تو ان میں سے کسی سے اپنی پوری زندگی بھی احسان وسلوک کرے پھر تجھ سے کوئی بات خلاف طبع دیکھے گی تو یوں کہے گی کہ میں نے تیرے سے کوئی بھلائی کبھی نہیں دیکھی۔ (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اے عورتو! تم صدقہ دو اور کثرت سے استغفار کرو، کیوں کہ میں دیکھا کہ تم دوزخ والوں میں زیادہ تعداد میں ہو۔ ایک جری عورت نے کہا کہ یارسول اللہ! ہماری کیا بات ہے کہ ہم دوزخ میں زیادہ جائیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم (عورتیں) لعنت بہت کرتی اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ تم شکوہ بہت کرتی ہو۔ (۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں کچھ بری باتیں اور اخلاقی رذائل ایسے ہیں، جن کی وجہ سے اکثر عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ ایک یہ کہ زبان پر ہمیشہ لعن طعن کے الفاظ کا ہونا، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اکثر عورتیں اپنے بچوں کو، بڑوں کو، اپنوں اور غیروں سب کو، اکثر وبیشتر لعنت کرتی رہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ شکوہ وشکایت انکا محبوب مشغلہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر شکوہ وشکایت کرنے لگتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور کتنا بھی انہیں چین وراحت شوہر کی طرف سے پہونچے، مگر جونہی ذراسی بات خلاف مزاج پیش آئی، سارے پر پانی پھیر دیتی ہیں۔

---

(۱) بخاری: ۱۴۴/۱، مسلم: ۲۹۸/۱، مالک: ۶۶ (۲) ابن ماجہ: ۲۸۸، مسلم: ۲۸۹/۱، فتح الباری: ۴۶۸/۲، دارمی: ۱۶۳/۱

نبی کریم ﷺ نے اس پر وعید سنائی ہے کہ ایسی عورتیں جہنم میں جائیں گی۔اس لیے ایک تو عورتوں کو اس قسم کی برائیوں سے خصوصیت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ دوسرے صدقہ وخیرات اور استغفار کے ذریعہ ان گناہوں کو دھونا چاہئے۔

شوہر کے لئے زیب وزینت:

ازدواجی زندگی میں جن امور کی بہت زیادہ اہمیت ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے لیے زیب وزینت اختیار کرے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس آتے ہیں تو صحابہ سے فرماتے ہیں کہ ابھی فوراً گھروں میں داخل نہ ہوں بلکہ عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ بالوں کو ٹھیک کرلیں اور (غیر ضروری بال) صاف کرلیں۔(۱)

اس حدیث میں سفر سے آنے والوں کو نبی ﷺ حکم فرتے ہیں کہ ابھی فوراً و چانک گھروں میں داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ وہ بالوں میں کنگھی کرلیں اور غیر ضروری بالوں کو استرے وغیرہ سے صاف کر کے زینت اختیار کرلیں۔

ملاعلی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: معنی یہ ہیں کہ اس وقت تک ٹھہر جاؤ کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لیے زیب وزینت کرلیں اور اپنے آپ کو شوہر کے لیے تیار کرلیں۔(۲)

ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تو رات میں (شہر میں) داخل ہو تو اپنے گھر والوں کے پاس اس وقت تک داخل نہ ہو کہ وہ بالون میں کنگھی اور استرے سے صفائی نہ کرلے۔(۳)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بہت

(۱) بخاری:۲/۷۸۹، مسلم:۱/۲۸۹، دارمی:۲/۱۳۲، مشکوۃ:۲۶۷ (۲) مرقات:۷/۱۹۲
(۳) بخاری:۲/۷۸۹

دنوں (گھر سے) غائب رہے تو رات میں اچانک اپنے گھر والوں کے پاس نہ جائے۔(۱)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ:

اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ طویل مدت تک گھر سے غائب رہنے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ عورت کی طرف سے ایسی بات پائے جو کہ کراہت ونفرت کا سبب و باعث بن جائے۔ مثلاً عورت صفائی ونظافت اور زیب وزینت کے ساتھ نہ ہو۔(۲)

اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوگئی کہ عورت کا مرد کے لئے زیب وزینت اختیار کرنا ضروری ہے۔اس لئے مردوں کو حکم دیا گیا کہ ایک دم واچانک گھروں میں داخل نہ ہوں تاکہ عورتیں زیب وزینت کرلیں۔اور علماء نے اس کو مرد کے حقوق میں شمار کیا ہے کہ عورت پاکی وصفائی اور زیب وزینت کے ساتھ رہے اور اس میں کوتاہی کرنے پر سزا دی جاسکتی ہے۔درمختار ورد المحتار میں ہے کہ

''زینت کے ترک کرنے پر شوہر اپنی بیوی کو سزا دے سکتا ہے۔''(۳)

اسی طرح خانیہ اور البحر الرائق میں ہے کہ چار باتوں پر شوہر بیوی کو مار سکتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ عورت زینت ترک کرے۔اور ایک حیرت ناک بات یہ بھی سن لیجئے کہ ان چار میں ایک چیز نماز کا ترک کرنا بھی ہے،مگر اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نماز کے چھوڑنے پر عورت کو شوہر مار سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن ترکِ زینت پر مارنے کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔(۴)

اس سے اندازہ لگایئے کہ عورت کے لیے زینت کا اختیار کرنا کس قدر ضروری اور اہم ہے اور زینت، نظافت وصفائی میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں کہ منہ کو مسواک یا

(۱) بخاری: ۷۸۸/۲۰ (۲) فتح الباری: ۳۴۰/۹ (۳) شامی: ۷۷/۴ (۴) خانیہ علی ھامش الھندیہ: ۴۴۲/۱، البحر الرائق: ۴۹:۵

کسی اور چیز سے صاف کرے، اور جسم اور کپڑوں کو عطر وخشبو سے معطر کرے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے، بالوں میں کنگھی کرے، زیر ناف اور بغلوں کے بال صاف کرے وغیرہ۔

گھر اور بچوں کی حفاظت:

اسلام نے پاکیزہ اور پرسکون اور پرلطف زندگی کے لیے جو اصول وضوابط تعلیم فرمائے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے گھر کی، اس کے مال واسباب کی اور اس کے بچوں کی نگرانی وحفاظت کرتی رہے۔ یہ اس کے فرائض و ذمداریوں میں داخل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچے کی راعی ونگران اور حفاظت کرنے والی ہے۔(۱)

راعی وہ امانت دار نگران جو اس چیز کی اصلاح وتدبیر میں لگا رہتا ہے، جو اس کی ذمہ داری میں دی گئی ہو اور عورت کی نگرانی یہ ہے کہ گھریلوں امور اور اولاد کی تدبیر کرے اور اس معاملہ میں شوہر کا تعاون کرے۔(۲)

وہ حدیث پہلے گذر چکی ہے جس میں فرمایا گیا کہ بہترین عورت وہ ہے جو شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے اور شوہر کی مرضی کے بغیر اس میں تصرف نہ کرے۔

بہرحال عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ شوہر کے گھر اور اس کے مال واولاد کی حفاظت کرے اور اس کے لئے بہتر سے بہتر تدبیر اختیار کرے، کسی چیز کو ضائع نہ کرے، خراب نہ کرے، ورنہ اس سلسلہ میں اس کی پوچھ ہوگی۔ چنانچہ اوپر درج کردہ حدیث کے اول وآخر میں یہ جملہ ہے:

"اَلاَ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ"

(تم میں ہر ایک نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی ماتحت رعایا کے بارے

---
(۱) بخاری:۲/۱۰۵۷ (۲) فتح الباری:۱۳/۱۱۲، ۱۱۳

میں سوال کیا جائے گا)

بچوں کی تربیت ونگرانی:

عورت پر شادی کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان میں اپنے بچوں کی تربیت اور تعلیم بہت ہی اہم اور نازک ذمہ داری ہے۔ اس کی طرف اوپر کی احادیث میں اشارہ گذر چکا ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ سے ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اگر چہ باپ پر عائد ہوتی ہے، لیکن اس سلسلہ میں ماں جو کردار (رول) ادا کرسکتی ہے، اس کے مقابلے میں باپ کی حیثیت ثانوی درجہ کی رہ جاتی ہے۔ اس لئے کہ ماں کی گود، بچے کا سب سے پہلا مدرسہ وتعلیم گاہ ہوتی ہے، پھر بچہ کو ماں سے دن رات کے چوبیس گھنٹے میں اکثر اوقات سابقہ پڑتا ہے، جبکہ باپ سے بہت کم سابقہ پڑتا ہے؛ اس لئے عورت پر بچوں کی تعلیم و تربیت کی یہ نازک ذمہ داری باپ سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ذہن نشین ہونا چاہئے کہ بچے کو شروع ہی سے ایمان ویقین میں مضبوط کرنے کی فکر لازم ہے۔ دوسرے اسلامی آداب واسلامی تہذیب سے اس کو آراستہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، پھر جب وہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہو جائے تو تعلیم کا بندوبست کرنا چاہئے، تعلیم میں اول ومقدم دینی تعلیم کو رکھنا چاہئے پھر عصری ودنیوی تعلیم سے بھی بچہ کو آراستہ کرنے کی تدبیر کرنا چاہئے۔

یہ مختصر جملے بڑی تفصیل کے متقاضی ہیں، لیکن یہ اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔ آج عام طور پر مائیں اپنے بچوں کی تربیت میں انتہائی کوتاہی کرتی ہیں، ان کو نہ اسلامی آداب سکھاتی ہیں، نہ اسلامی تہذیب واخلاق سے ان کو آراستہ کرتی ہیں، بلکہ صرف انگریزی وعصری اسکولوں کے حوالے کر کے یہ سمجھ جاتی ہیں کہ ہم نے حق ادا

کر دیا، مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ ان اسکولوں میں ایمان و یقین تو ایک طرف رہا، وہاں ان بچوں کو اخلاق و آداب کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی بلکہ اور زیادہ بے ادبی، گستاخی، بد تہذیبی سکھائی جاتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ و تجربہ ہے؛ اس لئے بچوں کی تربیت کا گھر میں نظام بنانا چاہئے، مگر اس کے لیے پہلے ماؤں کو علم و اخلاق، ایمان و اسلام سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرنا چاہئے، ورنہ جہالت و بداخلاقی و بدتہذیبی سے ماں خود آزاد نہ ہو تو بچوں کی وہ کیا تربیت کر سکتی ہے؟

بچوں کی تربیت کے لیے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے قصے، حضراتِ صحابہ و صحابیات کے واقعات اور بزرگانِ دین کے حالات و کوائف کا پیش کرنا اور ان کو سنانا نہایت مفید ہوتا ہے، اور چونکہ بچے کہانی سننے کے نہایت شوقین ہوتے ہیں؛ اس لئے وہ ان قصوں کو بہت ذوق و رغبت سے سنتے اور یاد بھی کرتے ہیں۔ لہذا اس کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض عورتیں بچوں کو گالیاں سکھاتی ہیں اور بچے کی زبان سے گالیاں سن کر خوش ہو جاتی ہیں اور اکثر عورتیں اپنے بچوں کو ٹی وی کی عادی بناتی ہیں اور بچے اس کی وجہ سے فحش و بے حیائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور بعض عورتیں اپنے بچوں کو گانے سکھا کر خوش ہو جاتی ہیں۔ غور کیجئے کہ یہ تربیت ہو رہی ہے یا بگاڑ؟

غرض یہ کہ ماں پر یہ بڑی اہم و نازک ذمہ داری ہے۔ اس کو احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ تربیت اولاد کے سلسلے میں مشہور محدث علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب ''تحفۃ المودود باحکام المولود'' میں ایک جگہ تفصیلی کلام کیا ہے۔ میں یہاں اس کے ایک حصہ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

جن چیزوں کا بچہ بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے ان میں سے ایک اس کے اخلاق کی طرف بھی توجہ ہے، کیونکہ اخلاق پیدا ہی ہوتے ہیں ان چیزوں سے جن کی عادت مربی بچپن میں ڈالتا ہے، جیسے سخت مزاجی، غصہ، چاپلوسی، جلد بازی، طیش، شدت اور

لالچ وغیرہ، پس بڑے ہونے کے بعد ان چیزوں کی تلافی اس پر مشکل ہو جاتی ہے اور یہ صفات و حالات اس میں راسخ ہو جاتے ہیں۔اسی لئے اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ان کے اخلاق منحرف ہوتے ہیں؛ کیونکہ ان کی تربیت ہی اسی طرح ہوئی ہے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ بچہ جب عقل وشعور کی عمر کو پہنچ جائے تو لہوولعب اور باطل قسم کی مجالس سے بچے، گانے، فحش اور بدعت اور بری گفتگوں کے سننے سے بچے؛ کیونکہ جب یہ اس کی سماعت سے معلق ہو جاتے ہیں تو بڑے ہو کر ان باتوں سے الگ ہونا ان پر مشکل ہوتا ہے۔

اور اس کے ذمہ دار کو بھی ان باتوں سے ان کو ہٹانا شاق (مشکل) ہوتا ہے؛ کیونکہ عادات کو بدلنا مشکل کاموں میں سے ہے۔

ذمہ دار کو چاہیے کہ وہ بچہ کو کسی سے کوئی چیز لینے سے بہت ہی زیادہ اجتناب کرائے؛ کیونکہ جب وہ لینے کا عادی ہو جائے گا تو یہ اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے گی اور وہ لینے کا عادی ہوگا، نہ کہ کسی کو دینے کا۔لہٰذا بچہ کو دینے اور خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور ذمہ دار جب کسی کو کچھ دینا چاہے تو بچہ کے ہاتھ سے دے تاکہ وہ دینے کی حلاوت کا مزہ چکھے۔نیز بچہ کو جھوٹ اور خیانت سے اس سے زیادہ بچائے جتنا کہ اس کو زہر سے بچاتے ہیں؛ کیونکہ جھوٹ اور خیانت کی سبیل اس پر آسان ہوگئی تو دنیا اور آخرت کی سعادت اس کے حق میں خراب ہوگئی اور اس کو ہر خیر سے محروم کر دیا۔

بچہ کو سستی سے، بے کاری سے، راحت و آرام سے بچائے بلکہ اس کے خلاف (محنت ومجاہدہ) کی عادت ڈالے اور آرام صرف اتنا دے جس سے کہ اس کا نفس اور بدن کام کے لیے تیار ہو جائے، کیونکہ سستی اور بے کاری برے نتائج اور شرمندگی کا ذریعہ اور سبب بنتی ہیں اور محنت اور کوشش سے اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔دنیا میں یا آخرت میں اور کبھی دونوں جگہ۔پس جو سب سے زیادہ آرام کرتا ہے وہ (بعد میں)

سب سے زیادہ تھکتا ہے اور جو سب سے زیادہ محنت کرتا ہے، وہ بعد میں سب سے زیادہ راحت پاتا ہے۔(۱)

علامہ ابن القیمؒ کے اس کلام سے بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے، اگر ہماری مائیں ہم پر توجہ مرکوز کریں تو ان کی اولاد سلف کے نمونہ پر چلے گی اور مخلوق کو بھی ان سے نفع ہوگا۔

آخر میں ایک حدیث پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں، وہ یہ کہ حضرت علیؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿اَدِّبُوْ اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلاَثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اٰلِ بَیْتِهٖ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ﴾ (۲)

(اپنی اولاد کو تین عادتوں پر تربیت کرو، ایک تمہارے نبی اکرم کی محبت، دوسرے نبی کے گھر والوں کی محبت، تیسرے تلاوۃ قرآن)۔

اس حدیث میں اول ایمان کی، دوسرے اعمال کی تعلیم وتلقین اور اس پر تربیت کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ حضور ﷺ اور آل رسول کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور جس کے دل میں یہ چیز پیدا ہو جائے، وہ اتباع رسول اور اتباع آل رسول کے ذریعہ اپنے عمل کو بھی درست کر لیتا ہے، لہذا سب سے پہلے رسول کی محبت بچوں میں پیدا کی جائے، پھر تلاوت قرآن کی تعلیم ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ قرآن ہمارا اصل ماخذ وسر چشمۂ ہدایت ہے۔

آج بچوں کو خود ماں باپ، فلم اسٹاروں، اور کھلاڑیوں اور دنیا داروں کی محبت سکھاتے ہیں اور دنیا بھر کی چیزیں پڑھاتے ہیں، مگر قرآن اور اسلام کی تعلیم نہیں دیتے، یا اگر دیتے بھی ہیں تو ثانوی درجہ پر دیتے ہیں جس سے بچوں میں بگاڑ وفساد کا

(۱) تحفۃ المودود: ۲۰۹۔۲۱۰ (۲) طبرانی بحوالہ کنوز السنۃ: ۱۳۸

آنا لازمی ہے۔

غرض یہ کہ ماں کے ذمہ ہے کہ بچوں کی تربیت پر خاصا زور صرف کرے اور ہر اچھی عادت، تمام اچھے اخلاق ان میں پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

شوہر کے والدین اور رشتہ داروں سے سلوک:

عورت پر لازم ہے کہ شوہر کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، شوہر کی ماں کو اپنی ماں اور شوہر کے باپ کو اپنا باپ سمجھے، بھائی کو اپنا بھائی اور بہن کو اپنی بہن سمجھے، اسی طرح دیگر رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ مقام دیکر ان کو اس درجہ ومقام کے لحاظ سے دیکھے اور اس کے مناسب ان سے سلوک کرے۔

علامہ شمس الدین الذہبی لکھتے ہیں: عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے خاندان والوں اور اس کے رشتہ داروں کا اکرام کرے۔(۱)

آج کل امت میں جو امراض اور بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں، جن سے معاشرہ فاسد اور خراب اور متعفن ہو گیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شادی ہوتے ہی شوہر کو اس کے رشتہ داروں اور والدین سے جدا کرنے کی فکر کرتی ہے، اور اس کی تحریک شروع کر دیتی ہے۔ شوہر کے والدین سے بدسلوکی، شوہر کے بھائی، بہنوں سے لڑائی جھگڑا، اور اس کے رشتہ داروں سے نفرت وکراہت اور انکی توہین و تذلیل، آخر کار نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ شوہر اور اس کے خاندان میں نفاق، و شقاق پیدا ہوتا ہے اور جدائی وفراق کے حالات بن جاتے ہیں اور اس سب کی ''ہیروئن'' یہی نئی نویلی دلہن ہو جاتی ہے۔

اسلام تو اتحاد واتفاق، پیار ومحبت کا سبق دیتا ہے اور یہاں اس کے خلاف نفاق، شقاق اور فراق کی باتیں ہوتی ہیں۔ عورت کو چاہئے کہ اس روش سے دور رہے

(۱) الکبائر: ۱۷۵

اور شوہر کے تمام اہل خاندان کے ساتھ محبت کے ساتھ اور حسن سلوک کے ساتھ رہے۔

تنبیه : میں یہ نہیں کہتا کہ ہر جگہ اور کلی طور پر اس صورت حال کی ذمہ دار یہ شادی ہونے والی لڑکی ہوتی ہے، نہیں، بلکہ بہت ساری جگہوں پر شوہر کے والدین و رشتہ دار اور خود شوہر کی طرف سے لڑکی پر زبردستی اور بے جا مطالبات وغیرہ کی وجہ سے اس طرح کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، مگر چونکہ اس رسالہ کا موضوع یہ نہیں ہے؛ اس لئے اس کا ذکر ہم نے نہیں کیا ہے اور بعض دوسرے مضامین میں ہم نے اس پر بھی کلام کیا ہے؛ اس لئے کسی کو شبہ نہ ہو کہ یہاں صرف لڑکی کو ذمہ دار کیوں بتایا گیا؟ وجہ ظاہر ہے کہ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ عورت شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، اسکی ترغیب دینا مقصود ہے لہذا ہم نے بات کو اسی پر منحصر و محدود رکھا ہے۔

❁ گھریلو کام کس کی ذمہ داری ہے؟

ازداجی زندگی میں خوشی وخوشگواری پیدا کرنے کے لئے جو تدابیر و ذرائع ہیں ان میں اہم بات یہ ہے کہ عورت گھریلو کام کاج کے لئے ہمیشہ اپنے آپکو مستعد و تیار رکھے، کھانا پکانے، برتنوں کو صاف کرنے، گھر کو سجانے اور سنوارنے اور ہر چیز میں صفائی و ستھرائی، تہذیب و شائستگی کا پاس ولحاظ رکھنے کی فکر و کوشش کرنا، عورت کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ہی تنہا اپنے گھر کی تمام ذمہ داریاں پوری فرماتی تھیں، حضرت فاطمہؓ سے مقام ومرتبہ میں، علم وفضل میں اور حسب ونسب میں بڑھ کر کون عورت ہوسکتی ہے؟ جب آپ ہی اپنے گھر کا سارا کام کرتی تھیں، تو ہر مسلمان عورت کو بھی ان کی اتباع میں یہی طریقہ اپنانا چاہئے۔ یہ جو عوام بلکہ خواص اور علماء میں بھی مشہور ہو گیا ہے کہ عورت پر کھانا پکانے وغیرہ کی ذمہ

داری نہیں ہے بلکہ شوہر کے ذمہ ہے کہ عورت کو پکا پکایا کھانا لاکر دے، یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں تفصیل لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت ایسے خاندان کی ہے کہ اس کی عورتیں خود پکانے اور گھریلو کام کرنے کی عادی نہیں ہوتیں، بلکہ خدمت گاروں سے کام لیتی ہیں، تب شوہر کے ذمہ ہے کہ پکا پکایا کھانا مہیا کرے، یا کوئی خدمت گار عورت کے لیے مقرر کرے اور اگر عورت اپنے گھر میں خود کام کرنے کی عادی ہے اور ایسے خاندان کی ہے کہ وہاں کی عورتیں خود گھریلو کام کرتی ہیں تو خود عورت پر پکانا واجب ہے، حتی کہ شوہر سے اس کام کی اجرت لینا بھی اس کے لیے جائز نہیں۔ علماء نے اسی پر فتوی دیا ہے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عام عورتوں پر گھریلو کام کرنا شرعاً وعادۃً واجب ہے۔ ہاں بڑے خاندان کی عورت جس کو اس کام کی عادت نہیں، اس کے لئے پکا ہوا کھانا فراہم کرنا مرد کے ذمے ہے۔ فافہم

❁ نباہ کی کوشش:

ازدواجی زندگی کا مسئلہ بڑا ہی نازک ہوتا ہے اور یہ صرف دو افراد (مرد و عورت) کا مسئلہ نہیں بلکہ دو خاندانوں کا مسئلہ ہے اور پھر ایک دو دن یا چند مہینوں کا مسئلہ نہیں بلکہ زندگی بھر کا مسئلہ ہے؛ اس لئے کھٹی میٹھی باتیں، نرم وگرم حالات، سختی و نرمی کی کیفیات، مزاجوں میں تلون، حالات میں اتار چڑھاؤ، رایوں میں اختلاف، نظریات میں تفاوت وغیرہ وغیرہ سبھی قسم کی باتیں پیش آسکتی ہیں؛ اس لیے ہر صورت حال کو انگیز کرنے اور قبول کرنے کے لئے عورت کو پہلے ہی سے تیار رہنا چاہیے، مرد کی طرف سے کبھی سختی پیش آئے یا اس کا نظریہ وخیال کسی معاملہ میں مختلف ہو جائے، کبھی غصہ دیکھنے کو ملے، کبھی مالی تنگی پیش آجائے، ہر صورت میں عورت نباہ

(۱) دیکھو عالمگیری: ۱/۵۵۰، البحر الرائق: ۴/۱۸۳، درمختار و شامی: ۳/۵۷۹

کرنے کی کوشش کرے، اسی لیے شریعت میں از دواجی زندگی کے تعلق کو توڑنے کی سخت مذمت و برائی بیان کی گئی ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے اور اپنی ذریت کو فتنہ مچانے بھیجتا ہے اور اس سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ مچانے والا ہو، بس ایک ایک اس کے پاس آکر کہتے ہیں کہ میں نے یہ فتنہ کا کام کیا، میں نے یہ کام کیا، تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے تو کچھ نہیں کیا، پھر ایک شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کے پیچھے پڑ کر اسکو اسوقت تک نہیں چھوڑا کہ اس کے اور اسکے بیوی کے درمیان تفریق کرادی، یہ سن کر شیطان خوش ہوجاتا ہے اور اسکو شاباشی سے دے کر اس کو گلے سے لگالیتا ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں تفریق و جدائی شیطان کو سب سے زیادہ پسند ہے؛ اس لئے وہ اس سے خوش ہوجاتا ہے لہٰذا مرد کو بھی اور عورت کو بھی چاہیے کہ کسی بھی صورت میں تفریق تک نوبت نہ پہنچائیں، الاّ یہ کہ ضرورت شدیدہ لاحق ہوجائے۔ نیز حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ بَاسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ﴾ (۲)

(جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلا کسی وجہ کے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے)۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کو بلا وجہ طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ نباہ کرنا چاہئے، ہاں ایسی سخت حالت پیش آجائے کہ بغیر طلاق یا خلع کے زندگی مشکل ہوجائے تو پھر الگ بات ہے۔

(۱) مسلم: ۲/۳۷۷ (۲) دارمی: ۲/۱۳۴، ترمذی: ۱/۲۲۶، ابن ماجہ: ۲/۱۴۸، ابوداؤد: ۱/۳۰۳

ولادت اور ضبط ولادت:

ازداجی زندگی میں عوت کے لیے ایک کھٹن مرحلہ ولادت وزچگی کا ہوتا ہے، مگر یہ مرحلہ عورت کے حق میں دنیوی اعتبار سے اور ازواجی کے لحاظ سے ایک کمال کا ثبوت اور اخروی زندگی کے لیے ایک فضیلت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ جو عورت بانجھ ہوتی ہے اس کو ناقص سمجھا جاتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ولادت عورت کے حق میں ایک کمال ہے۔ پھر اگر کوئی عورت بانجھ ہوتی ہے تو لوگ اس کے نقص وعیب کو دوروزائل کرنے کے لیے کبھی ڈاکٹروں کے پاس، کبھی عاملوں کے پاس اور کبھی مندر کے پجاریوں کے پاس تک جاتے اور دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں (حالانکہ بعض عامل اور یہ مندر کے پجاری شرکیہ وکفریہ یہ کلمات پر مشتمل تعویذ گنڈے کرتے ہیں، جس سے ایمان کا سلب ہوجانا یقینی ہے)

اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عورت کا بانجھ ہونا عیب ونقص اور بااولاد ہونا وجہِ کمال شمار ہوتا ہے۔ اور اخروی فضیلت اس میں اس طرح ہے کہ زچگی کی تنگی وپریشانی پھر بچے کی پرورش وتربیت میں پیش آنے والی کلفت پر اس کو ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عورت اپنی حالت حمل سے لیکر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک (فضیلت وثواب میں) ایسی ہے جیسے وہ آدمی جو اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا ہو اور اگر اس درمیان مرجائے تو اسکو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔(۱)

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ دینی ودنیوی دونوں اعتبار سے عورت کے لئے یہ بات باعثِ کمال وفضیلت ہے کہ اسکو اولاد ہو، تو اب ایک دوسری بات بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ اسلام میں کثرتِ اولاد بھی مطلوب ہے۔ چنانچہ یہ مضمون احادیث میں پوری

(۱) کنز العمال: بحوالہ بہشتی زیور حصہ آٹھواں:۵۸

صراحت ووضاحت کے ساتھ آیا ہے۔

حضرت معقل بن یسارؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ﴾ (۱)

(شادی ایسی عورت سے کرو جو زیادہ بچے جننے اور محبت کرنے والی ہو؛ کیونکہ میں تمہاری وجہ سے فخر کروں گا)

ملا قاریؒ ''شرح مشکوۃ'' میں مذکورہ بالا حدیث کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ودود'' وہ عورت جو اپنے شوہر سے محبت کرنیوالی ہو اور ''ولود'' وہ ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ دو قیدیں اس لئے لگائی ہیں کہ بچہ جننے والی عورت اگر شوہر سے محبت نہ رکھتی ہو تو شوہر بھی اس سے رغبت نہ کرے گا اور اگر عورت محبت تو کرتی ہو، مگر بچہ جننے والی نہ ہو تو مقصود حاصل نہ ہوگا اور وہ مقصود امت کو زیادہ کرنا ہے تو الد و تناسل کی کثرت سے (پھر آخری جملہ کی تشریح میں کہتے ہیں) میں تم سے فخر کروں گا؛ یعنی تمہارے سبب سے ساری امتوں پر فخر کروں گا، میرے ماننے والوں کی کثرت کی وجہ سے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے تکثیر اولاد کی ترغیب دی ہے اور اس کی حکمت و مصلحت بھی بتلائی ہے کہ اگر تمہاری اولاد زیادہ ہوگی تو میں اسکی وجہ سے سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا کہ میرے ماننے والے زیادہ ہیں۔

حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت محبت کرنیوالی اور بہت جننے والی سے شادی کرو کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ (۳)

حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ شادی کرو (اولاد) زیادہ

---

(۱) ابوداؤد: ۲۸۰/۱، نسائی: ۷۰/۲ (۲) مرقات: ۱۹۲/۶۔۱۹۳ (۳) ابن حبان بحوالہ فتح الباری: ۱۱/۹

کرو؛ کیونکہ میں امتوں پر تمہارے سبب سے فخر کروں گا(۱)

مگر آج مغربی تہذیب کے بت نے اسلام کی تعلیم کے بالکل برعکس یہ تعلیم و تبلیغ جاری کر رکھی ہے کہ اولاد کم سے کم ہو، اس لئے پہلے تو یہ نعرہ تھا کہ ''ہم دو اور ہمارے دو''، مگر اب اس تقلیل کی تعلیم میں مزید ترقی ہوئی ہے، اس لئے اب یہ نعرہ لگایا جا رہا ہے ''ہم دو اور ہمارا ایک''، اور شاید مزید ترقی ہوگی تو یہ کہا جائیگا ''ہم دو اور ہمارا کوئی نہیں''۔ خیر اس پر تو کوئی حیرت واستعجاب نہیں البتہ اس پر ضرور حیرت وتعجب ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ مغربی تہذیب کے اس بت نے اسلام کے پیروکاروں میں سے بھی کچھ اپنے پجاری پیدا کر لئے جو اسکی تعلیم پر آمنا وصدقنا کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور اس پر عمل کو ترقی کی علامت سمجھتے ہیں۔

یہ ضبط ولادت یا برتھ کنٹرول (birth control) کا نظریہ جن بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے، ان میں بنیادی طور پر اس بات کو پیش کیا جاتا ہے کہ انسانی نسل کا اضافہ معاشی خطرات و پریشانیوں کا باعث ہے؛ کیونکہ وسائل پیداوار محدود ہیں۔ لہذا اگر تحدیدِ نسل نہ کی گئی تو آئندہ مزید وشدید خطرات کا دنیا کو سامنا کرنا پڑیگا۔ اس کے بعد نکات بعد الوقوع کے طور پر اس نظریہ کی کچھ اور بنیادیں بھی تراش لی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ زیادہ بچوں کا ہونا عورت کے لئے تکلیف کا باعث ہے اور اسکی صحت اور خوبصورتی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اولاد کی کثرت کی وجہ سے ان کی صحیح تربیت ومعقول تعلیم کا انتظام مشکل ہوتا ہے وغیرہ۔

جہاں تک معاشی خطرات ومشکلات کا مسئلہ ہے تو اسکی بنیاد پر ضبطِ تولید خالص جاہلی نظریہ ہے جس کی تردید میں قرآن پاک کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں۔ جاہلی دور میں عرب کے اندر اولاد کا قتل مروج تھا، جس کی ایک وجہ یہی تھی کہ معاشی تنگی

(۱) رواہ الشافعی بلاغا فتح الباری: ۱۱۱/۹

و پریشانی کا خطرہ محسوس کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کی تردید فرمائی ہے اور اس عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا﴾[بنی اسرائیل:۳۱]

(اور تم اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں، بلاشبہ ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے)

دوسری جگہ فرمایا

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ [انعام:۱۵۲]

(اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے بچے کو اس لئے قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ ساتھ کھائیگا۔(۱)

اس حدیث کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقر و فاقہ یا معاشی تنگی کے اندیشہ سے اولاد کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اس پر واضح دلیل و برہان ہیں کہ معاشی تنگ دستی و تنگ حالی کے پیش نظر اولاد کو مارنے کا نظریہ غیر اسلامی و جاہلی نظریہ ہے؛ کیونکہ اسلام بنیادی طور پر اس فلسفہ و نظریہ کا مخالف ہے کہ انسانی آبادی میں اضافہ معاشی تنگی پیدا کرتا ہے بلکہ اسلام تو صاف یہ اعلان کرتا ہے کہ جو بچہ بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اپنا مقررہ و مقدرہ رزق

(۱) بخاری:۱۱۲۲/۲، مسلم:۶۳/۱

لیکر آتا ہے۔ پھر عقلاً بھی یہ نظریہ صحیح نہیں معلوم ہوتا؛ اس لئے کہ اگر آبادی میں اضافہ ہوتا ہے تو اللہ نے قدرتی طور پر اس کے کم کرنے اور حد اعتدال پر رکھنے کیلئے انتظامات بھی کر رکھے ہیں اور آج اموات بھی اسی کثرت کے ساتھ ہو رہی ہیں، کہیں زلزلے ہیں، کہیں طوفان اور سیلاب کے تھپیڑے ہیں، کہیں آندھی کی ہلاکت خیزیاں ہیں، کہیں ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کے ہوش ربا حوادث ہیں، کہیں قتل عام کی وارداتیں ہیں اور کہیں میزائیل اور بم دھماکوں کی ہلاکت آفرینیاں ہیں اور اسطرح بیک وقت ہزار ہا انسان پردۂ عدم میں جا چھپتے ہیں۔لہٰذا یہ خیال کہ انسانی نسل کا صرف اضافہ ہو رہا ہے اور معاشی تنگی پیش آرہی ہیں صحیح نہیں۔

ہاں معاشی تنگی جو اس وقت اپنی ہلاکت خیزیوں سے انسانی معاشرہ کو تہ و بالا کر رہی ہے، اسکی وجہ دراصل یہی ہے کہ تقسیمِ دولت کا نظام صحیح نہیں ہے، حقدار محروم ہیں اور غیر موج اڑا رہے ہیں۔ چنانچہ عوام پریشان و تنگ حال ہے اور اہل حکومت اپنی عیاشیوں اور لذت کوشیوں میں مست ہیں، جس کی وجہ سے حقدار تک ان کا حصۂ رسدی نہیں پہنچ رہا ہے اور وہ پریشان ہیں۔

اب رہا عورت کی صحت وتندرستی کا مسئلہ تو اس کی بنیاد پر برتھ کنٹرول البتہ قابل غور ہوسکتا ہے۔ مگر یہ ایک استثنائی ہوگی اور کسی عورت کے حالات بیماری و کمزوری کی وجہ سے اسکا تقاضا کرتے ہوں تو اہل فتوی علماء کے سامنے پوری حالت و کیفیت پیش کر کے فتوی لیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے ،لیکن محض آئندہ کے خطرہ اور خدشہ سے کہ کہیں آئندہ کثرتِ اولاد صحت پر اثر انداز نہ ہوجائے ، برتھ کنٹرول وضبط تولید کی اجازت نہیں ہوسکتی؛ اس لئے کہ ایسے خطرات وخدشات تو ولادت و کثرت ہی پر کیا موقوف ہیں بغیر اس کے بھی انسان بیمار ہوسکتا ہے اور عمر ڈھلتی ہے تو انسان بیٹھے بٹھائے بھی کمزوریوں اور بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے اور یہ کہنا کہ کثرت ولادت سے

صحت ضرور خراب ہوتی ہے، مشاہدہ اور تحقیق کے خلاف ہے۔ آج بھی ہزاروں ایسی عورتیں ہیں جو کثیر العیال ہونے کے باوجود پوری طرح صحت مند ہیں۔ اور خوبصورتی اور حسن و جمال میں کمی آجانے کا عذر اوپر کے عذر سے بھی زیادہ لنگ ہے اور بالکل نا قابلِ التفات، پھر یہ عورتیں کب تک اپنے حسن و جمال کی آبیاری کرتی رہیں گی؟ اور کب تک اس کی نمائش کرتی رہیں گی؟ جب عمر ڈھلے گی تو یہ ساری لیپ پوت ہی کیا؟ اصل حسن و جمال بھی منہ موڑ لیتا ہے۔ مولانا رومیؒ جو عارف کامل گذرے ہیں، انہوں نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے ۔

زلف جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دم زشت پیر خر

(یعنی یہ حسین گھونگر والے اور مشکبار اور عقل و ہوش ربا زلفیں جن پر لوگ دیوانے ہوئے جاتے ہیں۔ انجام کار بوڑھے گدھے کی بری دم معلوم ہوتی ہیں)

اور نذیر اکبر آبادی موحوم کے اشعار ہیں ۔

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشین بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

غرض یہ کہ یہ عذر کوئی قابل توجہ و التفات نہیں کہ اس کی بنا پر ایک حرام و ناجائز امر جائز قرار پائے۔

رہا یہ کہنا کہ کثرتِ اولاد کے ساتھ تعلیم و تربیت صحیح نہیں ہو سکتی یہ بھی صحیح نہیں جس کو تربیت کرنا آتا ہے وہ تو بہت سوں کی کر دیتا ہے اور جو تربیت کرنا نہ جانتا ہو وہ ایک کی بھی نہیں کر سکتا۔ پھر جب اللہ نے تعلیم و تربیت کا حکم دیا ہے تو ہمارا کام ہے کہ

تربیت وتعلیم کا صحیح انتظام کریں۔آج لوگ صرف فیشن پرستی، دنیاداری، مالداری اور دنیوی عہدے ومناصب کے حصول کو صحیح ومعقول تعلیم وتربیت سمجھتے ہیں، ورنہ اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم وتربیت کے لئے کوئی پریشانی نہیں۔

غرض یہ کہ یہ تمام باتیں از قبیل عذر لنگ ہیں، لہذا عورت کو اسطرح کی باتوں سے خلاف شرع کو یہ حرکت نہ کرنا چاہئے۔

فصل سابع

عورت کیا کچھ کرسکتی ہے

عورت اسلامی نقطۂ نظر سے، کیا کچھ کرسکتی ہے، اسکی تفصیل کے لیے بلا مبالغہ ایک ضخیم جلد چاہئے، لیکن یہاں ہم اس موضوع پر نہایت اختصار کے ساتھ چند اہم پہلوؤں کی جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔

ایک حدیث کی عجیب تشریح:

عام طور پر عورتوں میں ایک احساس کمتری پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ ہم مردوں کے مقابلہ میں کمتر وابتر ہیں اور اس سلسلہ میں بعض حدیثوں سے بھی ان کو اور بعض پڑھے لکھے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةِ عَلٰى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ"(۱)

(ترجمہ: مردوں میں سے بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں سے کوئی کامل نہیں ہوئی مگر مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیۃ اور عائشہ کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے)

(۱) بخاری:۱/۵۳۲

اس حدیث سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورتوں میں کمال نہیں پایا جا سکتا، مگر یہ صحیح نہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مقصد ہے۔اگر عورتوں میں کمال نہ پایا جا سکتا تو بعض عورتوں کے کمال کا ذکر کیوں کیا جاتا؟ بلکہ اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ کمال تو دونوں میں پایا جاتا ہے، لیکن عام طور پر عورتیں اس کی تحصیل کی کوشش نہ کرنے کی وجہ سے صاحب کامل نہیں بنتیں، ورنہ وہ بھی محنت کریں تو حضرت مریم اور حضرت عائشہ کی طرح صاحب کمال بن سکتی ہیں۔غرض یہ کہ یہ حدیث عورتوں کی تنقیص کے لیے نہیں، بلکہ ترغیب کے لیے آئی ہے اور ترغیب اسی چیز کی ہوتی ہے جس کا حاصل ہونا ممکن ہو، ناممکن چیز کی ترغیب نہیں دی جاتی۔

غرض عورتوں کو نہ مایوس ہونا چاہئے اور نہ احساس کمتری کا شکار ہونا چاہئے، بلکہ اس حدیث کے پیش نظر ان کو کمال کی تحصیل کے لیے محنت ومجاہدہ کرنا چاہئے۔ اس حدیث کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، اگر کسی مدرسہ یا اسکول میں مثلاً پانچویں جماعت کے طلبہ محنت ومجاہدہ کے ذریعہ کامیاب ہو جائیں اور چھٹی جماعت کے طلبہ محنت نہ کرنے کی وجہ سے ان میں سے اکثر ناکام ہو جائیں اور اساتذہ ان سے یوں کہیں کہ پانچویں جماعت میں اکثر طلبہ کامیاب ہوئے اور چھٹی میں دو چار کے سوا سب ناکام ہوئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھٹی جماعت میں کمال پیدا ہی نہیں ہوسکتا، لہٰذا اب محنت نہ کی جائے، بلکہ اس سے چھٹی جماعت والوں کو بھی ترغیب دینا مقصود ہے کہ تم بھی محنت کرو گے تو کامیاب ہو سکتے ہو جیسے تمہاری ہی جماعت میں دو چار افراد کامیاب ہو گئے۔اسی طرح حدیث میں عورتوں کو مردوں کی طرح صاحب کمال بننے کی ترغیب دینا مقصود ہے۔

ناقصۃ العقل والدین ہونے کی تشریح:

اسی طرح ایک اور حدیث سے بھی عورتیں غلط فہمی کا شکار ہو گئیں، وہ یہ کہ رسول

(۱) تہذیب التہذیب: ۴۳۹/۱۲

اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے تم (عورتوں) سے زیادہ عقل و دین میں ناقص ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو بڑے بڑے عقل مندوں پر غالب آجائیں، کسی عورت نے پوچھا کہ ہمارے دین و عقل میں نقصان کیا ہے؟ تو فرمایا کہ عقل کا نقصان یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کا نقصان یہ ہے کہ حیض کی وجہ سے دو چار دن وہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور رمضان میں روزہ نہیں رکھ سکتی۔ (۱)

مگر اس حدیث سے بھی یہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ عورت کسی کام کے لائق نہیں اور ہر طرح ناکارہ ہے؛ کیونکہ حدیث کا منشاء بعض اعتبارات سے عورت کے دین و عقل میں کمزوری و نقصان کو بتانا ہے، بالکل اسی طرح جیسے بعض اعتبارات سے مردوں کی کمزوری و عیب کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً خود اسی حدیث میں بتایا گیا کہ مرد باوجود عقل مند ہونے کے عورت سے مغلوب ہو جاتا ہے اور عورت اس کی عقل و فہم پر اپنا تسلط قائم کر لیتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ مرد کی ایک کمزوری اور عیب ہے مگر اس کی وجہ سے مرد کو ہر اعتبارات سے کیا کمزور اور ناقص قرار دیا جا سکتا؟۔

اسی طرح عورت بھی بعض اعتبارات سے عقل و دین میں ناقص ہے لیکن اس کا ہر لحاظ سے ناقص ثابت نہیں ہوتا۔ غرض یہ کہ عورت کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنی بساط اور اپنے حدود اور دائرۂ کار کے موافق کام کرنا چاہئے۔

اب رہا یہ سوال کہ عوت کیا کچھ کر سکتی ہے؟ اسکی مختصر توضیح و تفصیل آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہے۔

عورت اور تعلیمی سرگرمیاں

عورت کی خدمات اور سرگرمیوں کا ایک اہم اور نسبتاً آسان، زیادہ بارآور

(۱) بخاری: ۱/۴۴، ترمذی: ۲/۸۹، مسلم: ۱/۶۰، ابوداؤد: ۲/۶۴۳

ومفید میدان "تعلیمی میدان" ہے۔

اس میں ایک تو یہ کہ عورت خود اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کرنیکی جستجو کرے اور دوسرے یہ کہ دوسروں کو تعلیم دینے ار تربیت دینے کی کوشش کرے۔

اسلام نے علم کے باب میں عورتوں اور مردوں کے مابین کوئی تفریق نہیں کی ہے، بلکہ جس طرح مردوں کو اس کا مکلّف بنایا ہے کہ وہ علم سے آراستہ ہوں، اسی طرح عورتوں پر بھی لاگو کیا کہ وہ علم سیکھیں، چنانچہ فرمایا گیا

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ" (۱)

(ترجمہ: یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

اس میں مرد وعورت کی تفریق کے بغیر علم کی طلب وتحصیل کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دینے کا بھی احادیث میں ذکر ملتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے تین لڑکیوں یعنی بیٹیوں کی کفالت کی اور ان کو عمدہ تعلیم دی اور ان سے حسن سلوک کیا اور ان کی شادی کر دی تو اس کیلیے جنت ہے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی ضروری ہے کہ علم سے آراستہ ہوں۔ اسلام نے اس پر زور دیا ہے اور اس کے لیے راہ کو کشادہ فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور اول کی عورتوں نے علم میں رسوخ وکمال حاصل کیا اور اس میں نامور ہوئیں اور اس مقام پر فائز ہوئیں کہ ضرورت پر مرد بھی ان سے رجوع کرتے اور بسا اوقات علمی بحث ومباحثہ میں عورتیں مردوں پر فوقیت لے جاتیں۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ کتب احادیث میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا کہ عورتوں کا مہر چالیس اوقیہ سے زیادہ نہ باندھا جائے

(۱) جامع العلم: ۱/۱۳۱ (۲) ابوداؤد: ۲/۷۰۰

اگر کسی نے اس سے زیادہ مہر باندھا تو میں اس زیادتی کو بیت المال میں ڈال دوں گا، مجلس میں ایک عورت، عورتوں کی صف سے کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ امیر المومنین! آپ کو یہ حق نہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیوں؟ تو کہا کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ

﴿ وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ﴾[النساء:۲۰]

(اگر تم نے عوت کو ایک قنطار بھی دیا تو اس میں سے واپس کچھ نہ لو) (اس سے معلوم ہوا کہ ایک قنطار بھی دیا جا سکتا ہے)

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورت نے صحیح کہا اور مرد نے خطا کی۔(۱)

اسی طرح حضرت عائشہؓ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے انکے سامنے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کو اس کے اہل وعیال کے رونے سے عذاب دیا جا تا جا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ کافر کے عذاب میں زیادتی کر دی جاتی ہے، جبکہ اس کے اہل وعیال روتے ہیں، پھر آیت پڑھی:

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾[النجم:۳۸]

(کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا)

اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت عائشہؓ کا علم کس قدر گہرا اور راسخ تھا حضرت ابن عباسؓ کے سامنے فرمایا اور حضرت ابن عباسؓ نے اس پر سکوت اختیار کیا بلکہ تائید فرمائی۔(۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق تاریخ گواہ ہے کہ بہت بڑی عالمہ اور فاضلہ تھیں، دینی علوم میں ان کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام ان سے استفادہ کرتے تھے، ان کے والد ابو بکر اور حضرت عمرؓ بھی بہت سے مشکل مسائل میں

(۱) جامع العلم: ۱/۱۳۱ (۲) بخاری: ۱/۲/۱۷

ان سے رجوع کرتے تھے۔

حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اکابر صحابہ کو دیکھا کہ میراث کے مسائل حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا کرتے۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ پر جب بھی کوئی مشکل مسئلہ آپڑتا تو ہم حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے اور ان کے پاس اس بارے میں ضرور کوئی علم ہوتا۔

حضرت قبیصہؓ نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی خواتین کا علم تھیں۔

امام زہری نے کہا کہ اگر تمام ازواج مطہرات کا اور تمام خواتین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم سب پر بھاری ہوگا۔ (۱)

یاد رہے کہ حضرت عائشہؓ نے صرف علوم شرعیہ تک ہی اپنے کو محدود نہیں فرمایا تھا، بلکہ دیگر علوم میں بھی انہوں نے مہارت حاصل کی تھی۔ حضرت عروہ حضرت عائشہ کے بھانجے ہوتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے علم طب (ڈاکٹری) میں حضرت عائشہ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ نیز فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم تفسیر میں کسی کو دیکھا، نہ میراث میں، نہ فقہ میں، نہ شعروشاعری میں، نہ طب میں، نہ تاریخ عرب میں اور نہ علم نسب میں۔ (۲)

اسی طرح حضرات ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ بلند پایہ محدثہ وفقیہ ہوئی ہیں، ان سے (۳۷۸) احادیث مروی ہیں اور انہوں نے جو فتوے دئے وہ بھی اتنے ہیں کہ بقول ابن قیمؒ ان سے ایک رسالہ بن سکتا ہے۔ (۳)

---

(۱) تہذیب التہذیب: ۱۲/۴۳۵، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۲۸، تہذیب التہذیب: ۱۲/۴۳۵، المنہل الروی: ۶ (۳) (اعلام الموقعین: ۱/۱۳

حضرت ام سلمہؓ سے بڑے بڑے حضرات نے حدیث کی روایت کی ہے، جیسے حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت سلیمان بن یسارؒ، سعید بن المسیبؒ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عروہ بن الزبیرؒ، کریبؒ، نافعؒ وغیرہ۔(۱)

حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن ایک تابعی خاتون ہیں حضرت عائشہؓ سے خصوصیت کے ساتھ علم حاصل کیا اور بہت بڑی محدثہ ہوئیں، علماء محدثین نے ان کو بڑے قابل اعتماد علماء میں شمار کیا ہے اور حضرت عبد الرحمٰن بن قاسم جیسے پایہ کے محدث ان سے حدیث کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، ابن حبان نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والی یہی حضرت عمرہ تھیں۔ (۲)

اس کے بعد کے ادوار میں بھی عورتوں نے اپنے آپ کو علوم سے آراستہ کیا اور قابل قدر اور ناقابل فراموش کارنامے انجام دیے۔

امام طحاوی فقہ وحدیث اور علم کلام کے جلیل القدر عالم وامام گذرے ہیں اور ان کا شمار مجتہدین میں ہوتا ہے، انہوں نے جب اپنی مشہور ومعروف کتاب ''شرح معانی الاثار'' تالیف کی تو اس عظیم وعجیب وغریب حدیثی تالیف میں ان کی صاحبزادی نے ان کا تعاون کیا اس طرح کہ امام طحاوی املاء کراتے تھے اور صاحبزادی لکھتی جاتی تھیں۔ گویا اس حدیثی ذخیرہ کے وجود پذیر ہونے اور منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے میں ایک خاتون کا ہاتھ ہے۔

علامہ کاسانی فن فقہ کے ایک ممتاز امام ہیں جن کی کتاب ''بدائع الصنائع'' فقہ کا ایک لاجواب ذخیرہ ہے، ان کی زوجہ محترمہ، بہت بڑی فاضلہ اور فقیہ تھیں۔ اور خود علامہ کاسانی کے استاذ محترم کی صاحبزادی تھیں، ان کے استاذ نے شاگرد کے علم وتقوی وطہارت کو دیکھ کر اپنی لڑکی کی شادی ان سے کر دی تھی۔ اس پردہ نشین خاتون

(۱) تہذیب التہذیب: ۱۲/۴۵۶، (۲) ایضاً

کے علم وتفقہ کا یہ عالم تھا کہ علامہ کا سانی کے پاس آنے والے ہر فتوی پر ان کا بھی دستخط ہوتا تھا، اور لوگ اس فتوی کا اعتبار نہ کرتے تھے جس پر ان کا دستخط نہ ہو۔

نویں صدی ہجری کی ایک ممتاز خاتون ام ہانی مریم بنت نور الدین ہیں، ان کا گھر علم وفن، شعر وادب کا گہوارہ تھا اور متعدد افراد اس خاندان کے محدثین شمار ہوتے ہیں۔ ان کے نانا قاضی فخر الدین نے ان کی تربیت کی تھی، سب سے پہلے انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا پھر فقہ وادب میں دستگاہ بہم پہنچائی پھر ان کے نانا ان کو مکہ مکرمہ لے گئے جہاں شیوخ حدیث سے ان کو حدیث کا سبق دلایا، مصر وحجاز کے بیشتر ممتاز محدثین سے استفادہ کیا، صحاح ستہ کی تمام کتب انہوں نے محدثین سے سنی تھیں پھر مسند درس پر فائز ہوئیں، حافظ سخاوی جیسا بلند پایہ امام حدیث ان کا شاگرد ہے۔ (۱)

غرض یہ کہ عورت اگر چاہئے تو علمی میدان میں بہت کچھ کر کے اپنا نام روشن کر سکتی ہے، اور مخلوق کو فائدہ پہونچا سکتی ہے۔

ایک انتباہ : مگر ایک بات پر تنبیہ کرنا ضروری ہے، وہ یہ کہ تحصیل علم خواہ دینی ہو یا دنیوی، شرعی حدود کے دائرہ میں ہونا چاہئے۔ مثلاً عورت کے لیے چونکہ پردہ ضروری ہے، اس لیے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ آج کل کالجوں اور یونیور سٹیوں میں جو بے پردگی اور بے حیائی اور لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ اختلاط ہو رہا ہے، اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

غرض اسلام تعلیم کا مخالف نہیں بلکہ وہ تو ترغیب دیتا ہے، ہاں حدود شرعیہ میں رہنے کی وہ ضرور تاکید کرتا ہے۔

عورت اور سیاسی وملی خدمات:

رہا عورت کا سیاسی وملی خدمات وسرگرمیوں کا مسئلہ تو اس میں کچھ تفصیل

(۱) بحوالہ خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ: ۷۶

ہے۔عورت کا امامت وامارت کے منصب پر فائز ہونا تو تقریباً باتفاق علماء حرام ونا جائز ہے جیسا کہ اوپر اس پر کلام کر چکا ہوں، بلکہ امارت کیلیے انتخاب میں جن اہل حل وعقد لوگوں کو اختیار حاصل ہے، باتفاق علماء اس میں بھی عورت کا کوئی حصہ نہیں۔امام الحرمین ابوالمعالی الجوینیؒ نے ''غیاث الامم'' میں لکھا ہے:

فما نعلمه ، قطعا ان النسوة لا مدخل لهن فی تخيير الامام وعقد الامامة فا نهن ما روجعن قط ولو استشير فی هذا الامر امرأة لكان احری النساء واجدرهن بهذاالامرفاطمة ثم نسوة رسول الله ﷺ امهات المومنين ونحن بابتداء الاذهان نعلم انه ماكان لهن فی هذا المجال مخاض فی منقرض العصور ومكر الدهور. (۱)

(یہ بات قطعی طور پر جانتے ہیں کہ عورتوں کو امام کے انتخاب میں اور امارت کے قائم کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے؛ کیونکہ ان سے کبھی اس سلسلہ میں رجوع نہیں کیا گیا، اگر اس معاملہ میں کسی عورت سے مشورہ کیا جاتا تو اس کے لیے عورتوں میں سب سے زیادہ لائقہ وفائقہ حضرت فاطمہؓ ہوتیں پھر حضرات ازواج مطہرات امہات المومنین، حالانکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان کو کسی زمانہ میں بھی کوئی دخل نہ تھا)

غرض امارت اور اس کے انتخاب میں تو عورتوں کو اسلام نے الگ ہی رکھا ہے اور آج کا جدید ذہن بھی اور جدید تجربات بھی اسی کی تائید کرتے ہیں، ہم یہاں اس سلسلہ میں صرف ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جس سے ہماری تائید ہوتی ہے

ٹائمس آف انڈیا (نئی دہلی) نے اپنی اشاعت بابت ۱۴راگست ۱۹۸۷ء میں یہ خبر شائع کی ہے کہ:

(۱) غیاث الامم: ۶۲ فقرہ ۷۳

۱۹۸۷ء میں امریکہ میں خاص اس مسئلہ پر لوگوں کی رائے معلوم کی گئی، معلوم ہوا کہ امریکی ووٹروں کی تقریباً ایک تہائی تعداد خیال کرتی ہے کہ امریکہ کا صدر بننے کے لیے عورت کے مقابلہ میں مرد زیادہ موزوں ہیں۔ رائے دینے والوں میں صرف آٹھ فی صد تعداد ایسی تھی جس کا خیال تھا کہ وائٹ ہاؤس کے عہدہ کے لیے عورت زیادہ بہتر ہوسکتی ہے، ۴۹رفی صد نے کہا کہ دونوں جنسوں میں کوئی فرق نہیں اور ۳۱رفی صد نے خیال ظاہر کیا کہ مرد صدر بننے کیلئے زیادہ اکمل وموزوں ہے۔(۱)

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے مرد وعورت کے درمیان بہت سے اعتبارات سے فرق رکھا ہے، اس کا بھی تقاضا بھی یہی ہے کہ عورت جیسی نازک صنف اس ذمہ داری سے دور ہی رکھی جائے۔ البتہ دیگر ملی مسائل میں ان کی رائے اور مشوروں کا احترام کیا جائے گا اور بعض ایسے کام وخدمات بھی ان کے سپرد کئے جاسکتے ہیں جو وہ حدود شرعیہ کے اہتمام کے ساتھ اور ان کے دائرے میں رہتے ہوئے سرانجام دے سکتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ اور بعض ازواج مطہرات، خلفاء راشدین کے زمانہ میں برابر ملی مسائل میں حصہ لیتی تھیں اور اپنی قیمتی آراء سے فائدہ بھی پہونچاتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ شہادت عثمانؓ کے موقعہ پر ان کے قصاص کے سلسلہ میں جو موقف اختیار کی ہوئی تھیں اور اپنے موقف پر دیگر اصحاب الرائے کو جس طرح پر جمع فرمایا تھا اور اس میں وہ جیسی کچھ مضبوط تھیں، تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں، پھر انہوں نے حضرت علیؓ سے جہاد بھی اسی مسئلہ پر کیا تھا جس کو تاریخ میں ''جنگ جمل'' سے یاد کیا جاتا ہے۔

نیز یہ واقعہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ

(۱) بحوالہ خاتون اسلام مولانا وحیدالدین خان: ۱۷۳

عورتوں کا مہر زیادہ نہ باندھو۔تو ایک عورت جو مجمع میں تھی،اس نے اس پرٹوک دیا اور کہا کہ آپ کو اسکا حق نہیں،حضرت عمرؓ نے اس کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت نے سچ کہا اور مرد نے غلطی کی۔(۱)

یہ ایک ملی مسئلہ تھا اور حضرت عمرؓ ملی بہبود کے پیش نظر لمبے چوڑے مہر باندھنے سے منع فرمارہے تھے،مگر ایک عورت نے اپنی رائے قرآن کی رشنی میں اس سے مختلف پیش کی اور وہ دربار خلافت میں منظور کرلی گئی۔

حضرت عمر ایک دفعہ گشت کرتے جارہے تھے،رات کا وقت تھا،ایک گھر سے ایک عورت کے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں عشقیہ مضمون تھا،حضرت عمرؓ نے اس عورت سے پوچھا کہ تجھ کو کیا ہوا کہ زور سے اشعار پڑھ رہی ہے؟اس نے بتایا کہ میرا شوہر آپ کے حکم پر جہاد میں گیا ہوا ہے،اس کی یاد میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو صبر کے لیے کہا اور حضرت ام المومنین حفصہؓ کے پاس آئے اور مشورہ کیا،پوچھا کہ عورت اپنے شوہر کے بغیر کتنے دن صبر کرسکتی ہے؟ حضرت حفصہ نے شرم سے سر جھکا لیا،آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ حق بولنے سے نہیں شرماتا،بولو،کہ عورت بغیر شوہر کتنے دن رہ سکتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ چار یا چھ مہینے۔اس پر حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں میں فرمان بھیج دیا کہ فوجیوں کو چار ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے۔(۲)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو اسلام نے حق رائے دہی دیا تھا اور وہ دور اول میں پوری آزادی کے ساتھ اس کو استعمال کرتی تھی اور اس کی رائے کا احترام بھی کیا جاتا تھا اور اس کو قبول بھی کیا جاتا تھا۔

اسی طرح حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے وہ ملی خدمت بھی انجام دینے کی اہل

(۱) جامع العلم:۱۳۱/۱ (۲) کنز العمال:۳۰۸/۸

مانی گئی ہے، حضرت شفا ایک صحابیہ خاتون ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے ایک جگہ مہاجرات میں سے بتایا ہے، ابن حبان نے کہا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے صحبت حاصل ہے، یعنی وہ صحابیہ تھیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت عمر سے وہ روایت کرتی ہیں، ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان کو مشورہ میں مقدم رکھتے اور ان کے مشوروں کو قبول کرتے، اور بسا اوقات حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کے معاملات کا نگران بھی مقرر کیا ہے۔ (۱)

نیز ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت اوقاف کی نگران ہو سکتی ہے اور یتیموں کی وصی بھی اس کو بنایا جا سکتا ہے۔ (۲)

غرض یہ کہ عورت کو ایسے مناصب اور عہدے سپرد کئے جا سکتے ہیں جن کو حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے انجام دے سکتی ہے، اور وہ ان مناصب میں آزاد نہ ہو، بلکہ کسی کے زیر نگرانی اور مشورہ کرنے کی پابند ہو، یہی وجہ ہے کہ عورت کو قاضی بنانے کی اجازت نہیں۔ چونکہ اس عہدے میں عورت حدود شرعیہ کی پوری رعایت نہیں کر سکتی، پھر وہ کوئی غلط فیصلہ کر دے، اس لیے قضاوت کا عہدہ عورت کے لیے جائز نہیں قرار دیا گیا۔

آج کل جو کونسلر (COUNSELER) یم، یل اے وغیرہ کی عہدے داریاں ہیں، ان میں بھی ظاہر ہے کہ عورت حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے ان خدمات کو انجام نہیں دے سکتی، پھر ان میں ایک قسم امارت کا بھی شائبہ ہے، لہذا عورت کو ان مناصب وعہدوں کے لیے ووٹ میں حصہ لینا بھی جائز نہیں اور نہ اس کو ووٹ دینا جائز ہے۔

عورت اور ووٹ، ایک واقعہ:

یہاں ایک اس واقعہ کا ذکر کرنا بھی عبرت کا سبب ہوگا کہ ۱۹۹۶ء میں جب

(۱) تہذیب التہذیب: ۱۲/۴۲۸ (۲) البحر الرائق: ۷/۵، درمختار مع شامی: ۵/۴۴۰

بنگلور میں سٹی کارپوریشن انتخابات ہونے جارہے تھے، تو بعض حضرات نے احقر سے اس بارے میں فتوی پوچھا کہ عوت کا ووٹ میں حصہ لینا اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے اس کے حق میں ووٹ دینا کیسا ہے؟ احقر نے عدم جواز کا فتوی تحریر کردیا، اس الکشن میں بنگلور کے شواجی نگر حلقہ سے ممتاز بیگم نامی خاتون نے بھی حصہ لیا تھا جو ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۵ء کے دوران ڈپٹی میئر بھی رہ چکی تھیں، میرا فتوی بعض حلقوں کی طرف سے اسی دوران کثیر تعداد میں عوام کے درمیان تقسیم کیا گیا، خیر الکشن کے چند دنوں بعد ممتاز بیگم کی طرف سے ان کے وکیل محمود پٹیل نے میرے نام ایک لیگل نوٹس جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ میرے اس فتوی کی وجہ سے ممتاز بیگم کی عزت وحرمت پر داغ آیا اور یہ کہ اسی فتوی کی وجہ سے یہ معروف ومقبول عورت ہار گئی اور یہ انڈیا جیسے سیکولر ملک میں اس طرح کا فتوی جاری کرنا، دراصل یہاں کے قانون کو چیلنج کرنا اور اس میں دخل دینا ہے، جس کا کوئی جواز نہیں، پھر آخر میں اس بات کا مطالبہ (ڈمانڈ) کیا تھا کہ ممتاز بیگم کو اس انتخابات میں ناکامی کی وجہ سے جو نقصان اٹھانا پڑا ہے، اس کے تدارک میں ایک لاکھ روپیے ادا کروں گا، ورنہ وہ اس مسئلہ کو عدالت میں لے جائیں گے ان دنوں ''روز نامہ پاسبان'' نے بھی ایک مضمون میرے خلاف لکھا جس پر بعد میں اس کے اڈیٹر عبید اللہ شریف کو معافی نامہ بھی شائع کرنا پڑا، احقر نے ممتاز بیگم کا جواب مدلل طور پر دیا، جس کے بعد اب تک کوئی جواب نہیں آیا۔ یہ سب جو ہوتا ہے دنیاداری کا نشہ اس کا باعث ہے۔ غور کریں کہ ملک کو سیکولر بتانے کے بعد شرعی فتوی کے خلاف آواز اٹھانا کیا عقل وانصاف کی موت نہیں؟ سیکولر آخر کس کو کہتے ہیں؟ اس کو جہاں شرع کا قانون نہ بیان کیا جا سکے؟ پھر جو عورت یا مرد شرعی قانون سے ٹکر لینے کی کوشش کرے اور اس کو نقصان دہ قرار دے، اس کے ایمان کے باقی رہنے کا کوئی

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عورت اور سماجی خدمات

عورت کی خدمات کا ایک وسیع دائرہ سماجی خدمات کا میدان ہے، سماج اور معاشرہ کی فلاح و بہبودی کے لیے جدو جہد اور سعی وکوشش ہر فردِ معاشرہ کا فریضہ ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، لہذا سماجی خدمات کا میدان جس طرح مردوں کے لیے کشادہ ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اس میں پوری پوری گنجائش ہے۔

اگر عورت نے میڈیکل کر رکھا ہے تو اس کے لیے مریضوں کی خدمات کا بہترین موقعہ ہے، خصوصاً عورتوں کے امراض اور مشکلات میں وہ اس کی پوری مدد ونصرت کرسکتی ہے۔ حضرات صحابیات کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جہاد میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کا کام کرتی تھیں، نیز زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور مقتولوں کو میدان سے اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔

چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں، پس لوگوں کو پانی پلاتی اور ان کی خدمت کرتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور مقتولوں کو اٹھالاتی تھیں۔ (۱)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلیمؓ (والدہ انس) اور انصار کی چند عورتوں کو غزوہ میں لے جاتے تھے جو پانی پلایا کرتی تھی۔ (۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن جب لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ہٹ گئے تو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیمؓ اپنے دامن کو اٹھائے ہوئے پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے لا رہی تھیں پھر پیاسے لوگوں کو پلاتی تھیں پھر لوٹ کر پانی لاتی تھیں اور پلاتی تھیں۔ (۳)

(۱) بخاری: ۱/۴۰۳ (۲) ترمذی: ۱/۹۸۶، مسلم: ۲/۱۱۶ (۳) بخاری: ۱/۴۰۳، مسلم: ۲/۱۱۶

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی غزوات میں شرکت کی ہے، زخمیوں کی مرہم پٹی وعلاج کرتی اور غازیوں کے لیے کھانا بناتی، ان کے سامان کی حفاظت اور مریضوں کی نگرانی کرتی تھی۔(۱)

ان روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ غزوات میں حضرات صحابیات متعدد خدمات انجام دیتی تھیں، غازیوں کے لیے کھانا بنانا، زخمیوں کا علاج کرنا، پانی کا بندوبست کرنا، شہیدوں کے لاشوں کو اٹھالانا غازیوں کے سامان کی حفاظت کرنا وغیرہ۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل جب فسادیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا اور ان پر ضروریات زندگی مسدود کردی گئی تھی تو حضرت صفیہ بن حیّ بن اخطب زوجۂ نبی ﷺ ان کی مدد کے لیے خچر پر سوار ہوکر تشریف لے گئیں مگر راستہ میں اشتر نے ان کو دیکھ کر راستہ روک لیا اور وہ واپس آ گئیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمان کے پاس کھانا پانی لے جاتے تھے۔(۲)

بہرحال عورت حدودِ شریعہ کی رعایت کرتے ہوئے سماجی خدمت انجام دے تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

ڈاکٹر کا ذکر یہاں ہم نے یہاں محض تمثیلاً کیا ہے ورنہ سماجی خدمات کے لیے بہت سارے شعبے ہیں عورت کے حالات اور مزاج سے جو ہم آہنگ ہو اور حدودِ شریعہ کی رعایت وحفاظت بھی اس میں پورے طور پر ہوتی ہو۔ ایسا شعبۂ خدمت وہ خود انتخاب کرسکتی ہے۔

عورت اور معاشی سرگرمی:

رہا عورت کے لیے معاشی سرگرمی کا مسئلہ، تو اس سلسلہ میں اولاً ایک بات بطور اصول سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ:

---

(۱) دارمی ۲/۳۱۷ (۲) اہل کتاب صحابہ وتابعین: ۱۳۹

اسلام نے عورت کو معاشی ذمہ داری سے سبکدوش کردیا ہے اوراس کے معاش کی پوری ذمہ داری مرد پرڈالی ہے۔چنانچہ عوت کبھی بیٹی کی حیثیت سے باپ کا نفقہ پاتی ہےاور کبھی بیوی کی حیثیت سے شوہر سے نفقہ وصول کرتی ہےاور باپ نہ ہوتو بھائی وغیرہ اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔غرض یہ کہ اسلام نے اس کے معاش کا مسئلہ اس پر عائد ہی نہیں کیا۔اسی طرح اس کے بچوں کا نفقہ وخرچہ بھی اس پرنہیں بلکہ اس کےشوہر پررکھا گیا۔جب یہ بات ہےتو عورت کوخواہ مخواہ اس میدان میں کودنے اور پریشان ہونے کی کیاضرورت ہے؟

اصل میں یہ سوال ان حلقوں اورطبقوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جو مغرب زدہ ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں اور مغربی تہذیب اور مغربی معاشرہ کی آزادی اورفکری بےراہ روی اور جنسی انارکی وعریانی وبےحیائی کوایک فیشن سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ بات افسوس ناک دکھائی دیتی ہے کہ اسلامی معاشرہ گھر میں بندرہے، اور شوہراور بچوں کی خدمت کرتی رہےاور بازاری دنیا سے نیاز رہے۔لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ مغربی معاشرہ کی طرح ہماری عورتیں بھی باہرنکلیں اورآزادانہ گھومیں پھریں اور مردوں کے دوش بدوش کام کریں۔

مگر یہ بات ان کے ذہنوں سے یکسر فراموش ہوجاتی ہے کہ مغرب نے عورت کو باہرنکال کراس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی ہے بلکہ اس پرایک بہت بڑا ظلم کیا ہے،اسلام نے اس کو گھر بٹھائے کھانے پینے اوراس کی تمام ضروریات کا انتظام اس طرح کردیا کہ ان سب کی ذمہداری مرد پرڈال دی مگر مغربی مکارذہنیت نے یہ سوچا کہ عورت کو کیوں گھر بیٹھے کھلایا پلایا جائے؟نہیں،اس کوبھی باہر نکالو،اس کے دوفوائد ہیں،ایک تو یہ کہ عورت کی جنسی خواہشات کی پورا کرنے میں پوری آزادی ملے گی اور ہوسناک طبیعتوں کوشکار باآسانی فراہم ہوجائے گا۔دوسرا فائدہ یہ تھا کہ

عورت خود کمائے اور کھائے گی، مرد کے ذمہ سے یہ بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ یہ تھی وہ شاطرانہ وعیرانہ ذہنیت جس نے ''معاش'' کے عنوان پر عورت کو باہر نکالا۔ بتاؤ کہ یہ کیا اس پر ظلم عظیم نہیں ہے؟

دوسری بناء اس سوال کی یہ ہے کہ آج کل مادیت کو پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا ہے اور لوگوں کے قلوب واذہان، دنیوی اسباب وسامان، مادی آرائش وزیبائش، مختلف قسم کے زرق و برق لباس و پوشاک، قسم قسم کے ماکولات ومشروبات اور فلک بوس عمارت کے عادی اوران سے مرعوب ومتاثر ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہر کس وناکس ان کی طلب وجستجو اوران کی فکر میں لگا ہوا ہے اور زیادہ سے زیادہ کمانے اور جمع کرنے اور ان مادی اسباب وسامان کو حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اوراس کی وجہ سے عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش کام کرنا، کمانا چاہتی ہیں اور مرد بھی عورتوں کے ذریعہ معاشی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس سوال کی بنیاد مادیت کا غلبہ اور عیش پسندی کا جذبہ اور آخرت سے غفلت ہے۔ اور اسلام میں ان چیزوں کی کوئی اہمیت تو کیا بلکہ ان کی مذمت وبرائی ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کی بنیاد پر جو سوال اٹھایا گیا ہے وہ بھی کوئی قابل التفات ولائق توجہ نہیں۔

البتہ یہاں ایک ایسا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو فطری اور عقلی بنیادوں پر قائم ہے اور اسکا جواب اسلامی تعلیمات واحکامات کی روشنی میں تلاش کرنا ضروری ہے، وہ سوال یہ کہ بعض اوقات عورتوں کو ایسی مجبوریاں اور پریشانیاں آگھیرتی ہیں کہ معاشی جدوجہد ان کیلئے لازم ہو جاتی ہے، مثلاً کوئی لاوارث عورت ہے اور کوئی اور بھی اس کا پرسان حال نہیں، یا کوئی عورت ایسی ہے کہ اس کا شوہر اس کا اوراس کے بچہ کا نفقہ اور خرچہ چلانے تیار نہیں، یا شوہر معذور ہے جو کمانے کی قوت واستعداد نہیں رکھتا اور ایسی عورت جو اپنے اور اپنے بچوں کی گزارے کا اور معذور شوہر کے گزارے کا بند

وبست نہ کرے تو یہ عقل وفطرت کے بالکل خلاف ہے اور شریعت بھی اس کی تائید نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کیا ایسی عورت معاشی جدوجہد اور کوشش کر سکتی ہے یا نہیں؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حجاب کے تمام ضروری شرائط وقیود کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی مجبوری اور پریشانی کا حل نکالنے کے لیے عورت معاشی سرگرمی اختیار کر سکتی ہے مگر یاد رہے کہ ایک یہ استثنائی صورت ہوگی نہ کہ حکم عام۔

یہ اسکی دلیل اور مندرجہ ذیل روایات ہیں:

حضرت رافع سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے باندی کی کمائی سے منع فرمایا۔ مگر وہ جو وہ اپنے ہاتھ سے کمائے (اس کی اجازت ہے) پھر آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ جیسے روٹی پکانا، سوت کاتنا، روئی دھننا وغیرہ۔(۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مطلقہ ہوئیں، انہوں نے چاہا کہ اپنے باغ سے کھجور توڑیں، اس پر ان کو ایک شخص زجر کیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور سوال کیا تو آپ نے اجازت دی اور فرمایا کہ امید ہے کہ تم اس سے صدقہ کرو یا کوئی اور نیک کام کرو۔(۲)

علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ طلاق یافتہ عورت عدت میں حاجت وضرورت کے پیش باہر نکل سکتی ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت کے موقع پر معاش کی تلاش میں وہ باہر جا سکتی ہے۔ یہاں یہی صورت حال تھی کہ باغ پک چکا تھا اور کھجور توڑنے تھے جوان لوگوں کے معاش کا ذریعہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے پیش نظر اجازت مرحمت فرمائی۔

بطورِ تکمیلِ فائدہ یہاں عرض کردوں کہ یہ حدیث طلاق یافتہ عورت کے بارے میں ہے (جیسا کہ معلوم ہوا) مگر امام نسائی نے اس پر باب وعنوان باندھا ہے

(۱) ابوداؤد ۲/۴۸۶ (۲) مسلم ۱/۴۸۴، دارمی ۲/۱۳۸، نسائی ۲/۱۱۹، ابوداؤد ۱/۳۱۴

کہ "باب الخروج المتوفی عنهابالنهار" (باب اس عورت کے دن میں نکلنے کا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا)

حالانکہ حدیث میں بیوہ عورت کا ذکر نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امام نسائی اس حدیث سے بیوہ عورت کا حکم بھی مستنبط فرما رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ مطلقہ عورت کو تو اسلام میں عدت کا نفقہ وخرچہ بھی ملتا ہے، مگر شوہر کی وفات پر بیوہ کو عدت کا نفقہ نہیں ملتا جب نفقہ ملنے کے باوجود مطلقہ عورت بضرورتِ معاش باہر نکل سکتی ہے تو بیوہ کا نکلنا بدرجہ اولیٰ درست ہے۔(۱)

(۳) حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیر ابن العوامؓ سے ہوئی تھی وہ اپنا قصہ سناتی ہیں کہ حضرت زبیر نے مجھ سے نکاح کیا تو ان کے پاس سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے نہ کوئی مال تھا اور نہ کوئی غلام تھا اور نہ کوئی چیز تھی، میں ہی گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھی اور میں ہی پانی بھی لایا کرتی تھی اور ڈول سینچتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی، لیکن روٹی پکانا ٹھیک سے نہ آتا تھا تو میری انصاری پڑوسن عورتیں پکا دیا کرتی تھیں اور میں زبیر کی اس زمین سے جو حضور ﷺ نے ان کو دی تھی، اپنے سر پر کھجور کی گھٹلیاں اٹھا کر لایا کرتی تھی۔ (پھر حضرت ابوبکر نے ان کو ایک خادم دے دیا تو انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا تھا)(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماءؓ حضرت زبیر کے باغ کی خدمت کرتی تھیں اور یہ ان کے معاش کا ذریعہ تھا مگر چونکہ ضرورت تھی اور حضرت زبیر کے پاس کچھ نہ تھا اس لیے حضرت اسماء کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

غرض ان استثنائی مثالوں سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بضرورتِ معاش تگ ودو میں عورت لگ سکتی ہے، مگر مغربی تہذیب کی طرح عورت کا معاشی سرگرمی کو مستقل

(۱) حاشیہ سندھی: ۱۱۹/۲ (۲) بخاری: ۷۸۶/۲

اختیار کر لینا اسلامی مذاق ومزاج سے کوئی ہم آہنگی نہیں رکھتا۔

مغربی تہذیب نے آزادیٔ نسواں اور مساواتِ مرد وزن کے خوشنما دعووں اور نعروں سے محض دھوکہ دیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کو اس معاشرہ میں نہ مرد کے مساوی کوئی درجہ حاصل ہے اور نہ معاشی اعتبار سے کوئی خاطر خواہ اور معقول کام اور معاوضہ ہے اور اگر کہیں معاوضہ ہے بھی تو کام انتہائی گھٹیا لیا جا رہا ہے۔ آخر میں ایک دلچسپ خبر کا ذکر کرنا بھی موزوں ومناسب رہے گا۔ وہ یہ ہے کہ نیویارک کے ایک مشہور تاجر مورنی زیریٹس نے اپریل ۱۹۶۶ میں ایک اشتہار دیا تھا کہ

''ایک ایسی ماڈل ٹائپ گرل کی ضرورت ہے جو مرغی کے انڈوں پر بیٹھ کر مرغی کی طرح سینے کا کام کرے، ایسی نوجوان خاتون کو روزانہ سو ڈالر اجرت دی جائے گی اور کام کے ختم پر ایک ہزار ڈالر بطور انعام ملے گا''۔

معلوم ہے کہ اشتہار کے جواب میں ایسی جلیل القدر خدمت کے لیے سات سو سے زائد درخواستیں موصول ہوئیں۔(۱)

مولانا تقی امینی نے مغرب کے اس حیا سوز معاشرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''اس کو (عورت کو) بزمِ عیش کا کھلونا بنایا، اس کے شیشہ دل کو اپنی مشین کا پرزہ بنایا، اس کے آبگینہ عصمت کو فولاد کی مسان پر چڑھایا، اس کے معصوم حسن کو نمائش کے بازار میں فروخت کیا اور جب ان سب میں وہ بے زبان نکلی تو مرغیوں کی طرح اس کو انڈے سینے پر لگایا۔(۲)

عورت اور دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں:

اسلام کی تبلیغ واشاعت کی طرف دعوت اہل اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے

(۱) اسلام اور دور جدید کے مسائل، مولانا تقی امینی: ۲۷۲ (۲) ایضاً

اوراس ذمہ داری میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابر کی شریک ہیں، لہٰذا عورت کی خدمات کا ایک اہم دائرہ اور میدان دعوت وتبلیغ بھی ہے اوراس ذمہ داری میں بھی ان کے شریک اور سہیم ہونے پر یہ آیت بڑی ہی واضح ہے۔

﴿والْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (توبہ:۷۱)

(مومن مرداور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ ورسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے)

اس آیت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں دونوں کی صفات واعمال کا ذکر ہے اوران میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ذکرسب سے مقدم ہے۔

معلوم ہوا کہ مومن مرداورعورت کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ اپنی اصلاح کے بعد سب سے پہلے دوسروں تک پیغام حق کو پہنچانے اور معروفات کی اشاعت کرنے اور منکرات کے ختم کرنے کی فکر کریں۔ البتہ مرد کی اس خدمت کا دائرہ اور ہوگا اور عورت کا دائرہ خدمت اور ہوگا۔ عورت کو زیادہ تر اپنے گھر کے افراد، بچوں، شوہر، بھائی، بہن کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ بچوں کی اصلاح سب سے مقدم ہے کہ وہ اس کے ماتحت ہیں اوراس پر ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں۔

شوہر کو معروف کی راہ پر ڈالنا اور منکرات سے بچانا بھی عورت کی ذمہ داری ہے اور یہ کام کرنے والی عورت اللہ ورسول کی نظر میں بہت ہی بڑے مقام ومرتبہ کی عورت ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں اس طرف اشارہ ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

’’ اللہ رحم کرے اس عورت پر جورات کے ایک حصہ میں بیدار ہوا ور نماز پڑھے ، پھر اپنے خاوند کو بیدار کرے اور اگر نہ اٹھے ،اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے۔(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آدمی کے لیے دنیا میں بہترین دولت کیا ہے،جس کو وہ اپنائے۔آپ نے فرمایا:

’’ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ ‘‘

(سب سے بہترین دولت یہ ہے کہ ذکر کرنے والی زبان،شکر کرنے والا دل اور مومن بیوی، جو ایمان کے راستے میں تعاون کرے۔(۲)

غرض عورت کو چاہئے کہ شوہر کو نیک راہ پر ڈالنے کی کوشش کرے۔(یہ جب ہے کہ شوہر نیک نہ ہو،اگر وہ نیک ہے تو پھر اس کی نیک روی میں اس کا ساتھ دے رکاوٹ نہ پیدا کرے)

اس کے بعد اپنے احباب ،رشتہ دار، پڑوسی وغیرہ کی طرف بھی توجہ کرے اور خوش اسلوبی،محبت والفت اور تہذیب واخلاق کے ساتھ لوگوں میں معروفات کی اشاعت اور منکرات کی اصلاح کی فکر وکوشش کرتی رہے۔

دعاء واختتام

آخر میں گزارش ہے کہ دین وشریعت کے اس پیغام کو جو عورت کی اصلاح وتربیت کا نظام ہے۔اپنانے اور اپنی عورتوں اور بچیوں میں پیدا کرنے کی فکر کریں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام سے سچی عقیدت ومحبت اور اس پر پکا ایمان وایقان اور اس پر عمل کی پوری صلاحیت وتوفیق عطا فرمائے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان عفی عنہ

---

(۱) ابوداود:۱/۱۱۵،نسائی:۱/۲۳۹ (۲) ترمذی:۱/۱۴۰